www.urducouncil.nic.in

دسمبر 2022 ، قیمت :- ₹10

ماهنامه

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

بچوں کے قلمکاروں کے لیے سوالنامہ

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں بچوں کے قلمکاروں سے انٹرویوز کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں کو قلمکاروں اور کتابوں کے بارے میں معلومات کے ساتھ ساتھ اپنا مستقبل اور کریئر بہتر بنانے کے لیے نئی روشنی اور نئی راہ بھی مل سکے۔
یہ ادارے کی طرف سے تیار کردہ سوالات ہیں، ان کے جوابات ادب اطفال سے جڑا ہوا کوئی بھی قلمکار دے سکتا ہے۔

1 بچپن کی کون سی باتیں/شوخیاں/شرارتیں اب بھی آپ کو بہت یاد آتی ہیں؟
2 بچپن میں آپ کے پسندیدہ مصنفین کون تھے اور اب کون ہیں؟
3 بچپن میں کس کتاب نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟
4 بچپن میں بچوں کے کون سے رسائل آپ پڑھتے تھے؟
5 بچوں کے ذہنی اور فکری ارتقا کے لیے کون سی کتابیں زیادہ مفید ہیں؟
6 زبان و بیان کو بہتر بنانے کے لیے کن مصنفین کی کتابیں بچوں کے لیے رہنما ثابت ہو سکتی ہیں؟
7 مستقبل اور اپنے کریئر کو سنوارنے کے لیے بچوں کو کن موضوعات اور کتابوں کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ثابت ہوگا؟

---

8 اپنے سوانحی اور تعلیمی کوائف کے بارے میں کچھ بتائیں؟
9 آپ کو بچوں کے لیے لکھنے کا خیال کب اور کیسے آیا؟
10 آپ کی پہلی تخلیق، کب اور کس رسالے میں شائع ہوئی ؟
11 آپ کے مرکزی موضوعات کیا ہیں؟
12 کتاب لکھنے سے پہلے آپ بچوں کی نفسیات اور ذہنی مطالبات پر ریسرچ کرتے ہیں یا نہیں؟
13 بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آپ کو کس طرح کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟
14 ادیب اطفال کی حیثیت سے ادبی اور علمی حلقے میں آپ کی قدر ہوتی ہے یا نہیں؟
15 کیا آپ اب بھی بچوں کے لیے لکھی گئی کتابیں پڑھتے ہیں؟
16 انگریزی اور دیگر زبانوں میں شائع ہونے والے کون سے رسالے بچوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں؟
17 کیا اردو میں بچوں کے لیے انگریزی، تیلگو اور دیگر زبانوں جیسا شائع ہونے والا کوئی مکمل رسالہ موجود ہے؟
18 بچوں کے ادب پر جو رسائل شائع ہو رہے ہیں، ان کے مواد اور زبان و بیان سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟
19 معاصر ادب اطفال سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟
20 بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آج کے دور میں کن موضوعات پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے؟
21 بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کچھ مفید تجاویز اور مشورے!
22 ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں آپ کس نوع کی تبدیلی چاہتے ہیں؟
23 بچوں کے لیے آپ کا کوئی پیغام!

* جوابات کے ساتھ پاسپورٹ سائز تصویر اپنی کتابوں کا عکس ضرور ارسال کریں۔

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
	مضامین	
گلوبل وارمنگ	سید شمیم احمد	06
بارش کے موسم میں بچوں کی نباتاتی سرگرمیاں	نسیم سعید	08
	نظمیں	
نرس	کوثر صدیقی	11
آج کے بچے	فیض رتلامی	11
اردو کو عام کردے	عاکف سنبھلی	12
دسمبر	عطاء الرحمن طارق	13
بول جمورے بول	ممتاز انور	14
والدین	احمد جمیل	15
اسمارٹ فون	محمد وزیر عالم	16
زندگی	شاہین انجم شفی	17
موسم	اشتیاق احمد راشد	17
	ڈراما	
دانش مند طبیب	محمد یحییٰ جمیل	18
	کہانیاں	
بہادری کا انعام	رحیم رضا	21
دیہات اور شہر	جہانگیر انس	24
یہ کیسی لڑائی	شہاب افسر خان	29
ٹارگیٹ	پرویز شہریار	31
ننھی چڑیا	محمد عرفان	34
غصہ مت کرو	سحر اسعد	36
نیا عزم، نئی روشنی	رومانہ عفت راہی	40
کالا مینڈک	تحریم مرزا بنت حنیف بیگ	44
	بچوں کا کتب خانہ	
مزے کا مزا غذا کی غذا / بانو سرتاج	حقانی القاسمی	46
	سائنس نامہ	
برق مقناطیسی	عظیم اقبال	49
	صحت اطفال	
تندرستی ہزار نعمت	عبدالرحمن شافی	52
	زبان شناسی	
کہاوتیں اور محاورے	ندیم احمد انصاری	57
	کہکشاں	
چمن چمن کے پھول		60
	ننھے فنکار	
پینٹنگ		61

بچوں کی دنیا

جلد: 10 شمارہ: 12 دسمبر 2022

مدیر: ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

مدیر منتظم: ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی

معاون مدیر: ڈاکٹر مسرت

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارتِ تعلیم۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند

فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،

جسولہ، نئی دہلی-110025

فون:49539000

شعبہ ادارت: 49539009-11

ای میل

bachonkiduniya@ncpul.in

editor@ncpul.in

ویب سائٹ

http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ /100 روپے

- اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت

ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم

نئی دہلی- 110066

فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 22-7-110، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس

بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002

فون: 040-24415194

پیارے بچو! صحت بہت بڑی نعمت ہے، صحت وتندرستی انسان کے لیے سب سے بڑی دولت ہے۔صحت مند جسم میں صحت مند دماغ ہوتا ہے۔اچھی صحت کی بدولت ہم ہر کام کو صحیح طریقے سے انجام دے سکتے ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ صحت کا خاص خیال رکھا جائے۔کھانے پینے میں احتیاط اور اعتدال بہت ضروری ہے۔گھر کا صاف ستھرا اور غذائیت سے بھرپور کھانا کھانا چاہیے۔باہر کے کھانے سے اور خاص طور پر جنک فوڈ جیسے پیزا، برگر، چپس، کرکرے وغیرہ سے حتی الامکان پرہیز ضروری ہے۔یہ چیزیں ہماری صحت کو متاثر کرتی ہیں۔ان سے نظام ہاضمہ بھی خراب ہوتا ہے اور بدن کے دیگر اجزا پر بھی ان کا منفی اثر پڑتا ہے۔وقت پر سونے اور صبح جلدی اٹھنے کا اہتمام اور ساتھ ہی ہلکی پھلکی ورزش بھی کرتے رہنا چاہیے۔اس سے آپ پورے دن توانا اور چاک وچوبند رہیں گے۔

بچو! آپ ملک وقوم کا سرمایہ ہیں۔مستقبل میں آپ ہی ملک کی ترقی کا پرچم لہرائیں گے۔ملک کے نظم ونسق اور سیاسی وسماجی ذمے داری آپ کے کندھوں پر ہوگی۔جب آپ صحت مند نہیں رہیں گے تو کیسے ملک کی قیادت کریں گے۔اس لیے ضروری ہے کہ اپنی صحت کا خاص خیال رکھیں۔ہر وہ چیز جو آپ کی صحت اور تندرستی کے لیے مضر ہے اس سے بچیں۔موبائل اور دیگر الیکٹرانک چیزوں کے آنے سے بھی ہمارے اندر بداحتیاطی پیدا ہوئی ہے۔ہمارے روزمرہ کے معمولات متاثر ہوئے ہیں۔موبائل اور ٹی وی دیکھتے ہوئے کھانا، وقت پر نہ سونا، رات میں دیر تک جاگنا، صبح تاخیر سے بیدار ہونا، ورزش کو معمولات زندگی میں شامل نہ کرنا، کھیل کود سے پرہیز یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ہماری صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔انسان کا وجود ہی اچھی صحت سے ہے۔صحت مند انسان ہر طرح کے حالات کا بخوبی مقابلہ کرسکتا ہے۔ملک وقوم کی بہتر خدمت کرسکتا ہے۔اپنے والدین کے خواب کو پورا کرسکتا ہے۔تعلیم کے ساتھ دیگر میدان میں بھی وہ سرخرو ہوسکتا ہے۔

پیارے بچو! دسمبر کے مہینے میں عام طور پر ٹھنڈ اپنے شباب پر رہتی ہے۔ملک کے اکثر وبیشتر علاقے میں ٹھنڈ پڑتی ہے، تو ٹھنڈ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔کولڈ ڈرنکس (ٹھنڈے مشروبات)، آئس کریم اور اس طرح کی دیگر چیزیں آپ کی صحت کے لیے مضر ہیں۔ان مہینوں میں رات کافی لمبی ہوتی ہے اس لیے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مطالعے میں مصروف رکھیں۔موبائل اور کمپیوٹر کا استعمال ضرورت کے مطابق ہی کریں۔اس کے بے جا استعمال سے آپ کا ذہن منتشر ہوگا۔سوشل میڈیا اور گیم وغیرہ پر اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔یکسو ہوکر اپنے اچھے اور روشن مستقبل کی فکر کریں۔اپنے والدین کی امیدوں پر کھرا اترنے کی پوری کوشش کریں۔آپ کی یہی کوشش اور لگن آپ کو آپ کی منزل تک پہنچائے گی۔

آپ کا

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

ڈاک خانہ

گورنمنٹ اردو گرلس ہائر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

بچوں کی دنیا شمارہ نومبر 2022 میں میری نظم 'ایک نظم گیارہ ملک' آپ نے بڑے اہتمام سے شائع کی، اس نظم کی اشاعت پر دور اور نزدیک کے باذوق قارئین نے فون کے ذریعے مبارکباد پیش کی اور اسے پسند کیا، میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے میری نظم کو قابلِ اشاعت سمجھا اور رسالے میں نمایاں طور پر جگہ دی، رسالے کے ذریعے میں قارئین کرام کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے میری حوصلہ افزائی کی۔

بہت سے حضرات نے ان ملکوں کے نام صحیح صحیح دریافت کرلیے ہیں، جب کہ بعض قارئین نے ہندوستان کے کچھ شہروں کے نام ذکر کیے ہیں، ممکن ہے حروف کی ترکیب سے کچھ شہروں کے نام بن جائیں لیکن وہ مطلوب نہیں تھے۔ جو ممالک اس نظم میں شامل ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں:

اگر عامر یکا یک مار دے ایمن کو کیا ہوگا؟

اس سے امریکا اور یمن کا نام نکلتا ہے۔

کوئی ترکیب تم اس کے سکوں کے واسطے ڈھونڈو
بہت بے چین ہوجائے تو کس کا آسرا ہوگا؟

اس شعر کے پہلے مصرع میں ترکی اور دوسرے مصرع میں چین شامل ہے۔

جو روسکتا ہے وہ آنسو بہا کر مطمئن ہے کچھ
جو طاقت ور نے پالا غم تو یہ بے حد برا ہوگا

اس شعر کے اول مصرع سے روس اور دوسرے مصرع سے نیپال برآمد ہوجائے گا۔

جو ہے مصروف کاموں میں تو اس کی زندگی اچھی
کبھی لب نان کی خاطر نہ منہ اس کا کھلا ہوگا

ان دونوں مصرعوں سے مصر اور لبنان واضح ہوتا ہے۔

بڑھا سکتی ہے شوبھا رت جگے کی تیری آمد پر

اس مصرع میں ہمارا ملک رونق افروز ہے۔

کسی کے سامنے کرلے بیاں دل کی اگر باتیں

اس میں لیبیا چھپا ہوا ہے۔

بہت مشہور ہے صبح بنارس اور اودھ کی شام

اس مصرع میں گیارھواں ملک شام مستور ہے۔

انصار احمد معروفی، مئو، اتر پردیش

نومبر کا شمارہ بروقت ملا۔ سرورق پر معصوم بچوں کی تصویریں بہت خوب صورت اور دیدہ زیب ہیں۔ میں اور میرے بچے اور میرے گھر کے سبھی حضرات بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ اس میں بہت اچھی اچھی معلومات ہوتی ہیں۔ میں بچوں کی دنیا ہر ماہ اپنے المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول چکھلی پونہ مہاراشٹر کے بچوں کے لیے ایک سو بیس کا پیاں منگاتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ بچوں کی دنیا خوب پھلے پھولے اور بچے اسے خوب گہرائی سے پڑھتے رہیں اور اسی طرح اردو کا فروغ ہوتا رہے۔ آمین!

مولانا محمد عادل ندوی، چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

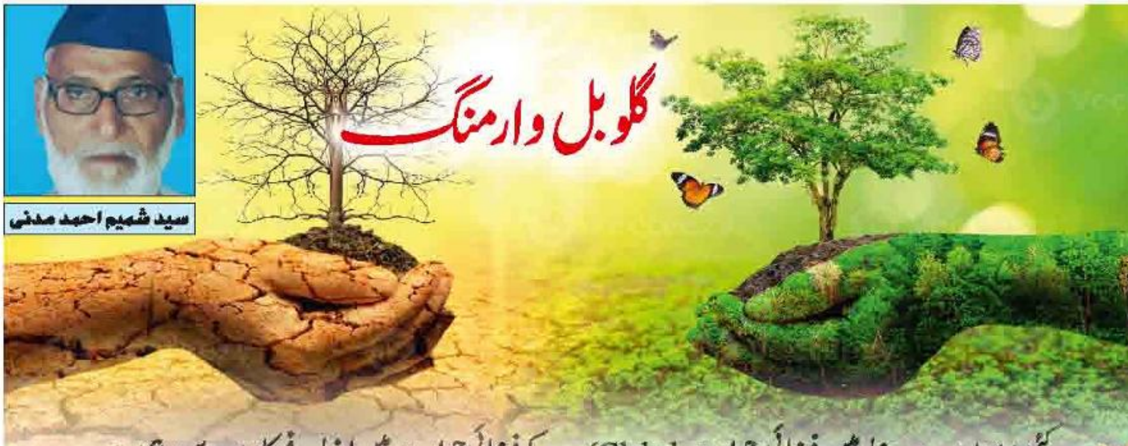

مضمون

گلوبل وارمنگ

سید شمیم احمد مدنی

اِدھر کئی برسوں سے دنیا میں فضائی حرارت (Global warming) کے خدشات کا زور و شور سے اظہار کیا جا رہا ہے۔ فضائی علوم کے ماہرین کا کہنا ہے کہ قدرت نے فضائی حرارت کا ایک اوسط قائم کر رکھا ہے، جس میں اضافے سے زمین پر انسانوں، حیوانات اور نباتات کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اسی سلسلے میں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ کارخانوں میں مستعمل مشینوں اور خاص طور پر دو اور چار پہیہ گاڑیوں کے روز افزوں استعمال سے خارج ہونے والے دھوئیں نے زمین کی فضا کو بہت زیادہ مکدّر کر دیا ہے جس کے سبب فضائی حرارت میں ضرورت سے زیادہ اضافہ ہونے کا خدشہ ہے جو ہمارے لیے کئی طرح کی پریشانیوں کا سبب بن سکتا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قدرت نے فضا میں انسانوں، حیوانوں اور پیڑ پودوں کی زندگی کے لیے کاربن ڈائی آکسائڈ گیس کی ایک مناسب مقدار رکھ دی ہے، جو فضائی حرارت میں توازن قائم رکھتی ہے۔ مگر صنعتوں میں بہت زیادہ ترقی کی بنا پر کارخانوں، فیکٹریوں نیز گاڑیوں کے بے تحاشہ اضافے کے سبب ان سے خارج ہونے والے دھوئیں نے کاربن مونو آکسائڈ نامی گیس کثیر مقدار میں پیدا کرنی شروع کر دی ہے جو زمین سے خارج ہونے والی حرارت کو روک کر فضا میں گرین ہاؤس (green house effect) کیفیات پیدا کر کے فضائی حرارت میں اضافے کا سبب بن رہی ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ ہماری فضا کو گرمی براہ راست سورج سے نہیں بلکہ زمین سے حاصل ہوتی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ زمین کو گرمی براہ راست سورج سے ارتعاش شمس یعنی solar radiation سے حاصل ہوتی ہے۔ زمین پہلے اس کو جذب کرتی ہے۔ پھر برقی مقناطیسی لہروں (Long electromagnetic waves) میں تبدیل کر کے اس کا اخراج کرتی ہے۔ چنانچہ زمین کے اس ارتعاش کو Terrestrial radiation یا ارضی ارتعاش کہا جاتا ہے، اسی ارضی ارتعاش سے ہماری فضا کو حرارت حاصل ہوتی ہے۔ ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ سورج سے جو بھی حرارت زمین کو حاصل ہوتی ہے اس کا 90 فی صد حصہ خلا میں معدوم ہوتا رہتا ہے۔ اس عمل سے فضا میں ایک حرارتی توازن (heat balance) قائم رہتا ہے جو زمین پر ہر طرح کی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اگر زمین کے اس حرارتی اخراج میں کسی طرح کی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو فضا میں ضرورت سے زیادہ گرمی پیدا ہو سکتی ہے، جو زمین پر انسانی، حیوانی اور نباتی زندگی کے لیے مضر ثابت ہو سکتی ہے۔ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ کاربن مونو آکسائڈ گیس زمین کے حرارتی اخراج میں رکاوٹ پیدا کر کے فضا میں ضرورت سے زیادہ گرمی پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہے۔

کاربن مونو آکسائڈ گیس ہمارے لیے ایک اور مصیبت کا باعث بن رہی ہے۔ یہ ایک تحقیق شدہ امر ہے کہ لگ بھگ دس بارہ ہزار میٹر کی بلندی پر قدرت نے زمین کے گرد اوزون (Ozone) نامی گیس کا ایک غلاف پھیلا رکھا ہے، جو سورج کی مہلک ترین انتہائی گرم حرارتی لہروں یعنی الٹرا وائلیٹ ریز (Ultra violet rays) کو روک کر زمین کو نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ ہمارے کل کارخانوں، فیکٹریوں، گھروں نیز لاتعداد موٹر گاڑیوں، ٹرکوں، کاروں سے نکلنے والے دھوئیں سے پیدا ہونے والی کاربن مونو آکسائڈ گیس اوزون گیس(Ozone) کی چادر میں شگاف پیدا کر رہی ہے جس سے ہو کر انتہائی گرم الٹراوائلیٹ شعاعوں کا بلا کسی رکاوٹ زمین تک پہنچنا ممکن ہو گیا ہے۔ چنانچہ ماہرین کی رائے میں فضائی حرارت میں اضافے کا یہ بھی ایک ممکنہ سبب ہے۔ مذکورہ دونوں اسباب کی بنا پر فضائی حرارت میں اوسط سے زیادہ اضافے ہی کو گلوبل وارمنگ کہا جاتا ہے جس سے درج ذیل نقصانات ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا جارہا ہے:

1 پہاڑوں پر برف باری بند ہو جائے گی نیز موجود برف پگھل کر بہہ جائے گی۔

2 برف کے پگھل کر بہہ جانے سے اوّل تو ہم کو ندیوں کے سیلاب کی مصیبت جھیلنی پڑے گی اور بعد میں ان کے خشک ہو جانے کی وجہ سے پانی کی قلّت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خشکی پر پانی کی قلت سے زمین پر ہر طرح کی زندگی دوبھر ہو سکتی ہے۔

3 ماہرین کے مطابق فضائی حرارت میں اضافے کی بنا پر آرکٹک اور انٹارکٹک کی برف کے پگھلنے سے سمندر کی سطح پندرہ سے بیس میٹر بلند ہو جائے گی جس کے سبب سمندری سواحل پر بسی ہوئی سیکڑوں بستیاں اور شہر غرقاب ہو سکتے ہیں، جس سے لاکھوں انسانوں کی ہلاکت اور کروڑ ہا کروڑ مالیت کی املاک تباہ و برباد ہو جائے گی۔

4 اوزون گیس کی بربادی سے الٹراوائلیٹ شعاعوں کی بنا کسی رکاوٹ آمد سے انسانوں اور جانوروں میں طرح طرح کی جلدی اور ہڈّیوں کی لاعلاج بیماریاں عام ہو جائیں گی۔

5 فضائی حرارت میں ضرورت سے زیادہ اضافے کے سبب پیڑ پودے بھی متاثر ہوں گے۔ اُن کا نمو رُک سکتا ہے اور وہ مرجھا جائیں گے۔ درختوں کی کمی کی بنا پر بارش بھی بہت کم ہو جائے گی۔ اُدھر بارش کی کمی سے زمین دوز پانی کے ذخائر بھی خشک ہونے لگیں گے، جس کی بنا پر کوئیں اور ٹیوب ویل بے کار ہو جائیں گے۔ الغرض ساری دنیا میں ہر طرف پانی کی ہاہا کار مچ جائے گی۔ انسانوں اور جانوروں کا جینا دوبھر ہو جائے گا۔

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ دنیا پر گلوبل وارمنگ کا خطرہ منڈلا رہا ہے، جس سے بچنے کی تدابیر کرنا ہم سبھوں کے لیے لازم ہو چکا ہے۔ یہ کسی ایک ملک کے بس کی بات نہیں ہے۔ دنیا کے سارے ممالک کو سر جوڑ کر بیٹھنا ہوگا تب ہی مثبت انداز سے کچھ کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔

اس تباہی سے بچنے کے لیے سب سے پہلے پیٹرول، ڈیزل اور کوئلے کا متبادل تلاش کرنا ہوگا۔ الیکٹریسٹی کے علاوہ کئی متبادل ایندھن مثلاً سولر انرجی، بایو اور ٹائیڈل انرجی نیز قدرتی گیس جیسے متبادل تلاش تو کیے جا چکے ہیں، مگر ابھی تک ان کی پیداوار اور استعمال میں خاطر خواہ اضافہ نہیں کیا جا سکا ہے۔

(تعارف مارچ 2022 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Syed Shamim Ahmad Madni
House No.: 5, Cross Road No.: 10/A
Azad Nagar, Post: Mango
Jamshedpur- 831012, Mob.: 8969850416

مضمون

بارش کے موسم میں بچوں کی نباتاتی سرگرمیاں

نسیم سعید

قدیم زمانے سے ہی ہندوستان نہ صرف ایک زرعی ملک ہے بلکہ جڑی بوٹیوں اورنباتاتی ادویات کو بھی اپنی زندگی کا لازمی جُز بنانا ضروری سمجھتا ہے۔قدرتی اور سائنسی اصولوں کی پیروی کرنا اس ملک کی اپنی قدیم تہذیب کا ایک بنیادی اُصول ہے۔یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانے سے ہی یہاں کے طبیبوں و حکیموں کے علاج کے طریقے کا بول بالا رہا ہے۔آیورویدک علاج کا طریقہ ہندوستان کی ہی دین ہے۔جو کہ خالص قدرتی طریقوں سے حاصل ادویاتی نباتات وحیوانات سے حاصل عناصر کے علاوہ جڑی بوٹیوں پر مشتمل ہے۔

باشندگانِ عالم خصوصاً سرزمین ہندوستان پر بسیرہ کرنے والے انسان خوش بخت ہیں کہ اُن کے پاس آیوروید جیسے علوم کا قدرتی خزانہ موجود ہے۔یہ سچ ہے کہ آیوروید جیسی انمول قیمتی دولت ہم ہندوستانیوں کو میسر ہے۔ جو کہ نہ صرف ہمیں قدرت کا سکون عطا کرتی ہے بلکہ عوام الناس کے نزدیک امراض کے قدرتی علاج کا بھی ذریعہ بنتی ہے۔ہمارے یہاں کئی ادویاتی پودوں کی انواع واقسام موجود ہیں۔جو کہ ابتدائی و بنیادی صحت کی نگہداشت میں خاص کردار ادا کرتی ہیں۔مگر آج شاید ہم جدیدیت کی زد میں اور تکنیک سے لبریز تیز رفتار دوڑتی بھاگتی زندگی میں قدرت کے عطا کردہ اس انمول خزانے کے استعمال سے بے رخی اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ جڑی بوٹیوں سے اس طرح کی لاتعلقی اور دوری 'گھر کی مرغی دال برابر والی' کہاوت کے مفہوم کو سچ کرتی نظر آتی ہے۔

آج ہمیں دوبارہ قدرت کی عطا کردہ بے شمار قیمتی نعمتوں سے نفع حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔آج صحتِ انسانی کے سارے تقاضوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے قدرت کی عطا کردہ نعمتوں ، بخششوں اور عنایتوں کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے۔قدرت کے وسائل، ذرائع اور منابع کو حاصل کرنے کا آسان اور صحیح طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قدرت کے نزدیک جانے کے لیے قدرت کو اپنے قریب لے کر آجائیں۔ اُن نظریوں کی تلاش کریں جن سے قدرت و

فطرت کا احساس حاصل ہو اور صحت مند زندگی بھی۔

ہم ہر سال 5 جون کو 'عالمی یوم ماحولیات' مناتے ہیں۔ جسے World Environment Day اور Eco Day بھی کہتے ہیں۔ اُس دن کو منعقد کرنے کے مقاصد میں سے صرف ایک مقصد 'گھر گھر پودے لگایئے' کو ہی بامِ تکمیل پر پہنچا دیں تو شاید ماحول کے تحفظ کے سلسلے میں سب سے اچھا قدم ہوگا۔

ہم اپنے گھریلو ماحول کو خوشگوار اور خوش نما بنائے رکھنے کی فکر کو فروغ دے کر قدرتی ماحول کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ تھوڑی سی جدوجہد، محنت اور وقت کی قربانی دے کر اپنے اپنے گھروں میں ادویاتی نباتات کے اگانے کے نظریے کو اولیت دیں۔ پھر دیکھیں کہ آج کا بویا ہوا بیج ہمارے مستقبل کا کیسے محافظ بن جاتا ہے۔ ادویاتی پودوں کو لگا کر ہم مختلف امراض سے بچاؤ اور صحت مند زندگی کے لیے تمام ضروری دواؤں کی خصوصیات، خوبیوں اور اوصاف کو حاصل کر سکتے ہیں۔

ہم اپنے گھروں، حویلیوں، بلڈنگوں اور فلیٹوں میں موجود کھلی جگہوں، چھتوں اور بالکنیوں کا استعمال باغیچے لگانے کے لیے کریں تو خود بخود ہماری رہائش گاہ تر و تازہ ہوا اور قدرتی خوبصورتی سے شرابور ہو جائے گی۔ ہم اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے مسالوں، جڑی بوٹیوں اور خوشبودار پودوں کے اُگانے کے نظریے کو ترجیح دیں۔ بلکہ کئی لحاظ سے استعمال والے پودے اگائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ کیوں کہ ادویاتی پودے سردی، زکام، گلے کی خراش، وائرس، انفیکشن، سردرد، ہلکا بخار، امراض سے لڑنے کے لیے قوتِ مدافعت میں اضافے اور جسمانی کمزوری جیسے مسائل سے نمٹنے کے لیے کسی نسخۂ کیمیا سے کم تر نہیں ہیں۔ اُن ادویاتی پودوں میں برہمی، گلوئے، کال میگھ، پیپلی، اشوگندھا، لیموگھاس اور ون تلسی جیسے ان گنت پودوں کا شمار ہوتا ہے۔

برہمی (Brahmi) پودا زمین پر پھیل کر بڑا ہوتا ہے۔ یہ آسانی سے کسی بھی قسم کی مٹی میں پرورش پا جاتا ہے۔ اس کا سائنسی نام Bacopa Monnieri ہے۔ اس کی چار پانچ پتیوں کو صبح خالی پیٹ چبا کر پانی پینے یا رس نکال کر استعمال کرنے سے دماغ کو ٹھنڈک ملتی ہے۔ بچوں میں یکسوئی کی کمی اور بڑوں میں نسیان کی بیماری سے بھی نجات ملتی ہے۔ چوں کہ اس کی پتیوں کی تاثیر سرد ہوتی ہے، اس لیے موسمِ سرما میں ان پتیوں کو کالی مرچ کے ساتھ استعمال کرنا فائدہ مند ہوتا ہے۔

کال میگھ کا سائنسی نام Andrographis Paniculata ہے۔ اُسے Green Chiretta بھی کہتے ہیں۔ یہ لمبے عرصے تک رہنے والا پودا ہے۔ جو کہ آسانی سے بیج یا قلم کاری کے ذریعے گملوں اور کیاریوں میں لگایا جاتا ہے۔ بخار اور گلے میں خراش ہونے پر ہم اُس کی پتیوں کی چائے یا رس بنا کر استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ نیم سے بھی سو گنا زیادہ کڑوا ہوتا ہے اس لیے اسے King of bitter بھی کہتے ہیں۔ لہٰذا اس کے استعمال کے وقت توجہ ضروری ہے۔

ون تلسی کو بیج یا قلم کاری سے بڑے گملے میں لگا سکتے ہیں، لیکن کیاری میں یہ زیادہ بہتر طریقے سے لگتی ہے۔ اس کا سائنسی نام Ocimum Gratissimum ہے۔ اس کی پتیوں سے بھی ہم مسالہ چائے بنا سکتے ہیں۔ چائے بناتے وقت اس کی کچھ پتیاں ڈالنے سے چائے کڑک اور ذائقے دار بنتی ہے۔ دیگر مسالوں کی طرح ہم اسے اپنے باورچی خانوں میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کی پتیاں انفلوئنزا، سردرد، گلے میں خراش، کھانسی اور بخار کے علاج کے لیے بہتر ہوتی ہے۔

گلوئے (Giloy) بیل ہے جو قلم کاری سے ہر قسم کی مٹی میں لگائی جا سکتی ہے۔ سائنسی زبان میں اُسے Tinospora Cordifolla کہتے ہیں۔ گلوئے بیل کی ڈالیاں کوٹ کر پانی

میں اُبال کر پی سکتے ہیں۔جنھیں ذیابیطس کا مرض نہ ہو، وہ اس میں تھوڑا شہد ڈال کر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔گلوئے بیل امراض سے لڑنے والی قوتِ مدافعت دُرست رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بار بار زکام سے متاثر شخص کے لیے بہت ہی فائدے مند ہے۔ سانس کے مریضوں، ارتھرائیٹ، ڈینگو، چکن گنیا اور ذیابیطس سے متاثرہ انسانوں کے لیے بہت ہی کار آمد نباتی پودا ہے۔

اشوگندھا پودے کو بھی ہم اُس کے بیج کے ذریعے گملوں یا کیاریوں میں بآسانی لگا سکتے ہیں۔ یہ انسانی صحت کے نقطۂ نظر سے کافی مفید اور کار آمد پودا ہے۔اس کی جڑوں کا پاؤڈر کھانسی اور استھما سے راحت پانے کے لیے بہت ہی اہم ہے۔ پتیوں کی چائے بنا کر بھی ہم اسے استعمال کر سکتے ہیں۔ دودھ میں ایک چمچہ اشوگندھا کی جڑ کا پاؤڈر ملا کر استعمال کرنے سے ہماری قوتِ مدافعت میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے مسلسل استعمال سے ہمارے جسم کو طاقت وقوت فراہم ہوتی رہتی ہے۔اس کی پتیوں کا باقاعدہ استعمال کرنے اور یوگا کی مدد سے ہم اپنے موٹاپے کو دور کر سکتے ہیں ۔اس کا سائنسی نام Withania Somnifera ہے۔کورونا جیسی عالمی وبا میں اس کا استعمال انسانی صحت کے نقطہ نظر سے کافی مفید ہے۔

پیپلی کے پودے کو قلم کاری کے ذریعے یا بیج بو کر لگا سکتے ہیں۔اس کا سائنسی نام Pipper Longum ہے۔اس کی جڑ اور پھل کا استعمال کئی طرح سے فائدہ مند ہوتا ہے۔ اُسے Long pepper بھی کہتے ہیں۔اس پودے میں لمبے پھل لگتے ہیں۔اس کی جڑ کو خشک کر کے اور پھل کا برادہ بنا کر استعمال کیا جاتا ہے۔امراضِ قلب میں مبتلا انسانوں کو اس کے پھل کا ایک گرام برادہ شہد کے ساتھ خالی پیٹ باقاعدہ استعمال کرنے سے کافی راحت ملتی ہے۔ پیٹ کے امراض کے لیے بھی اُس کی جڑ اور پھل کا برادہ کافی فائدہ مند ہوتا ہے۔

لیمو گھاس (Lemon Grass) کو بھی گملوں یا کیاریوں میں بہت آسانی سے اُگا سکتے ہیں۔اس کی پتیاں چائے بنانے میں استعمال کر سکتے ہیں۔گرم پانی میں اجوائن کے بیج اور لیمو گھاس کی کچھ پتیاں ڈال کر اُبال کر اور پھر ہلدی ڈال کر اچھی طرح ملا کر استعمال کر سکتے ہیں۔اس میں انٹی آکسیڈنٹ کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔اور کئی طرح کی جراثیم کش خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ جو کہ کئی طرح کے انفیکشن سے بچاؤ کا کام کرتے ہیں ۔اس گھاس میں وٹامن A، وٹامن C، Folet، فولک ایسڈ، میگنیشیم، جست، تانبہ، لوہا، پوٹاشیم، فاسفورس، کیلشیم اور میگنیز جیسے عناصر بھی پائے جاتے ہیں۔لیمو گھاس کا سائنسی نام Cymbopogon ہے۔

ان پودوں کے حسب موقع استعمال سے قبل ماہرین آیوروید، طبیب یا حکیم سے صلاح ومشورہ کر لیں تو بہتر ہوتا ہے۔

بہر کیف بارش کے موسم میں بچوں کی دلچسپیوں کے لحاظ سے، اُن کی معلومات میں اضافے، گھریلو نسخوں میں مختلف امراض سے نجات اور انسانی صحت کے مدِ نظر ان کے استعمال کی انجام دہی کے لیے ایسے کارِ خیر کو فروغ دینا ضروری ہے۔ یہ حالات اور وقت کے تقاضے بھی ہیں۔ کچن گارڈن جیسے عملی اقدامات پر ضروری قدم اور سائنسی رجحان کو بڑھاوا دینے کا موثر ذریعہ بھی ہے۔

(تعارف اپریل 2021کے شمارے میں شائع ہوچکا ہے)

■

Naseem Sayeed
M M Rabbani High School
Kamptee- 441002 (Maharashtra)
Mob.: 7798274366

کوثر صدیقی

نرس

نرس ہے مورت سراپا پیار کی
نرس خدمت گار ہے بیمار کی

تھک کے سو جاتی ہے سب دنیا جہاں
نرس خدمت کرتی رہتی ہے وہاں

اپنا سارا درد اور دکھ بھول کر
لیتی رہتی ہے مریضوں کی خبر

نرس کے ہاتھوں شفا بیمار کی
نرس اک تصویر ہے ایثار کی

جس نے کی خدمت اسے عظمت ملی
نیک نامی، عزت و شہرت ملی

نرس سے ایثار و شفقت سیکھیے
کیسے کی جاتی ہے خدمت سیکھیے

(تعارف مارچ 2021 کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے)

■

Kausar Siddiqui
79-A, Ginnori Main Road,
Bhopal-462001 (MP)
Mob.: 9926404171

فیض رتلامی

آج کے بچے

آج کے بچے بنیں گے کل کے رہبر شان سے
ان کو ہے نسبت محبت پیار ہندوستان سے
مندر و مسجد میں جا کر حاضری دیتے ہیں یہ
خیر مانگا کرتے ہیں اللہ سے بھگوان سے
دل سے کرتے ہیں پڑھائی گھر کا بھی کرتے ہیں کام
چلتے ہیں احکام پر پھرتے نہیں فرمان سے
بچے سب کو جانتے ہیں ناسمجھ ہوتے نہیں
دیکھنے میں لگتے ہیں ہم تم کو یہ انجان سے
جنوری چھبیس آئے یا کہ ہو پندرہ اگست
لہلہاتے ہیں ترنگا یہ بڑے ارمان سے
سب کھڑے ہیں باادب اور کر رہے ہیں احترام
سب کو چونکاتے ہیں بچے گا کے جن من گان سے
فیض رتلامی یہ کوشش ایم احمد کی ہے خوب
بچوں کی دنیا کو سب نے بڑھ کے چاہا جان سے

(تعارف دسمبر 2020 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Faiz Ratlami
48, Samta Nagar (Anand Colony)
Ratlam- 457001 (MP)
Mob.: 7879690200

نظم

اردو کو عام کردے

اردو زبان اپنی — بچو! ہے کتنی پیاری
اس کے حروف موتی — ہے یہ تو پھولوں جیسی
بھینی ہے اس کی خوشبو — پھیلی ہے اب تو ہر سو
میٹھی سی اس کی بولی — کانوں میں گھلتی جاتی
جو اس کو بولتا ہے — محبوب وہ ہوا ہے
اس کی جو شاعری ہے — سچ مچ وہ ساحری ہے
الفاظ اس کے جادو — کرتے ہیں دل پہ قابو
طارق ہو یا کہ واثق — سب ہیں اسی کے عاشق
تم بھی ذرا یہ سوچو — ہاتھ اپنا دل پہ رکھ لو
دے کرکے اپنے خوں کو — سینچا ہے اس چمن کو
بچو ہے ہم پہ لازم — اس کو ہی بولیں ہر دم
عاکف کی یہ دعا ہے — اللہ سے التجا ہے

ہر دل میں پیار بھر دے
اردو کو عام کردے

(تعارف فروری 2021 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Dr. Razaur Rahman Akif Sambhali
Mian Sarai
Sambhal- (UP)
Mob.: 9837826809

نظم

عطاء الرحمن طارق

دسمبر

تو اب یہ سال جاتا ہے
دسمبر مسکراتا ہے

نئے سپنے دکھاتا ہے
نئی امید لاتا ہے

وہ بیتے دن بلاتے ہیں
وہ لمحے یاد آتے ہیں

خفا ہوتے ہو کیوں پیارے
پڑے روتے ہو کیوں پیارے

گلے شکوے مٹاتے ہیں
چلو سب بھول جاتے ہیں

کہو تو لائیں ہم ستو
مزے سے کھائیں ہم ستو

غضب کا سرد موسم ہے
بڑا بے درد موسم ہے

لحافوں میں ٹھٹھرتے ہیں
دعائیں یاد کرتے ہیں

مسلسل کپکپانا ہے
مگر اسکول جانا ہے!

(تعارف مارچ 2021 کے شمارے میں شائع ہوچکا ہے)

■

Ataur Rahman Tariq
701/3A, Vijaya Co-op, Hsg. Society
Valshall Nagar, K.K. Road
Mahalaxmi, Mumbai- 400011
Mob.: 9773238043

ممتاز انور

بول جمورے بول

نا کر ٹال مٹول
بول جمورے بول

بول کہ اس کو کیا کہتے ہیں

پانی کے اندر یا باہر
آوازیں ہیں ٹر ٹر ٹر ٹر
پھدک پھدک کے جو یہ چلتا
مٹی کے نیچے یہ پلتا
سونا اور کونا کہلائے
آنکھیں جس کی ہوتیں گول
بول جمورے بول

بول کہ اس کو کیا کہتے ہیں

جل ہی جیون جل ہی دنیا
جل بن مشکل رہنا اس کا
جل میں ڈینوں سے لہرائے
اوپر نیچے غوطے کھائے
رکھی بھی جائے شیشے میں
چھلکوں کا یہ تن پہ خول
بول جمورے بول

بول کہ اس کو کیا کہتے ہیں

پتا، بھوسی، دانہ چوکر
گھاس بھی کھاتی ہے خوش ہوکر
میں میں، میں میں کرتی ہے جو
شوق سے پالا جائے جس کو
رہتی ہے جو سب کے ساتھ
کیا ہے آخر راز تو کھول
بول جمورے بول

بول کہ اس کو کیا کہتے ہیں

چوہا جس کے ڈر سے بھاگے
چلتی ہے جو پونچھ اٹھا کے
دودھ اور مچھلی شوق سے کھاتی
کمروں میں یہ آتی جاتی
ہلکی سی آواز ہے میاؤں
چالیں جس کی ڈانوا ڈول
بول جمورے بول

بول کہ اس کو کیا کہتے ہیں

منھ کے آگے سونڈ بڑا سا
کھمبے جیسا پاؤں ہے جس کا
آنکھیں چھوٹی کان بڑا ہے
دانت دکھاوے کا نکلا ہے
دم یہ یا رسی یہ کوئی
پیٹ بڑا یہ جیسے ڈھول
بوول جمورے بول

بول کہ اس کو کہتے ہیں

پہرے داری پر جو ہووے
رات میں جاگے دن میں سووے
جب اس کو کچھ راس نہ آئے
بھوں بھوں بھوں شور مچائے
بلی کا ہے کھلا یہ دشمن
اب ایسے نہ راہ ٹٹول

■

Mumtaz Anwar
Kashana-e-Urdu
66-A, N R, Adhikary Road
Kamarhati
Kolkata- 700058 (West Bengal)
Mob.: 9748830729

نظم

والدین

احمد جمیل

حسنِ عمل کا پاٹھ پڑھاتے ہیں والدین
آداب زندگی کے سکھاتے ہیں والدین

دشواریوں سے ہم کو بچاتے ہیں والدین
آسان زندگی کو بناتے ہیں والدین

جب سجدہ ریز ہوتے ہیں اللہ کے حضور
بچوں کے حق میں اس کو مناتے ہیں والدین

اولاد کو سلاتے ہیں پھولوں کی سیج پر
کانٹوں پہ عمر اپنی بتاتے ہیں والدین

دنیا میں ان کے پیار کی ملتی نہیں مثال
سب سے زیادہ ناز اٹھاتے ہیں والدین

ہر شخص کائنات کا جب ساتھ چھوڑ دے
تب حوصلہ ہمارا بڑھاتے ہیں والدین

قائم انھیں کے دم سے ہے دنیا کی رونقیں
سارے جہاں کو گویا سجاتے ہیں والدین

ہیرے جواہرات کی اوقات کیا جمیل
بچوں پہ اپنی جان لٹاتے ہیں والدین

■

Ahmad Jameel
302/37, Maulana Saleem Gali
Nematpura
Burhanpur- 450331 (MP)
Mob.: 9977052564

محمد وزیر عالم

نظم

اسمارٹ فون

موبائل کا ایسا چڑھا ہے جنون
کہ ہر ہاتھ میں اب ہے اسمارٹ فون

موبائل ہماری ضرورت بھی ہے
یہ تفریح کی ایک صورت بھی ہے

موبائل کا ہو گر صحیح استعمال
تو پھر خوبیوں سے یہ ہے مالامال

ہیں اَپ لوڈ اس میں کتابیں کئی
کئی اک گرامر کئی ڈکشنری

پڑھائی موبائل سے کرتے ہیں سب
یہ استاد کا کام کرتا ہے اب

یہ جی میل، واٹس ایپ جو ہیں کام کے
ذرائع ہیں ترسیل پیغام کے

جو بولیں وہ لادے عجب بات ہے
یہ گوگل ہے یا کوئی جنات ہے

یہ سائنس نے کیسا ہے جادو کیا
کئی شے کو اس میں جمع کردیا

موبائل میں ایک کالکولیٹر بھی ہے
گھڑی، ریڈیو، ٹیپ رکارڈر بھی ہے

موبائل میں ہے ٹارچ اور کیمرہ
ہے ٹی وی کے سب چینلوں کا مزہ

موبائل میں ہے میپ اور فون پے
کلنڈر ہیں اس میں کئی سال کے

اگر فیس بک پہ چلے جایئے
ملیں گے کئی دوست بچھڑے ہوئے

ہیں سب اس کے موجد کے احسان مند
کیا جس نے دنیا کو مٹھی میں بند

موبائل ہے یا جام جمشید ہے
اس آلے میں سارا جہاں قید ہے

(تعارف مئی 2021 کے شمارے میں شائع ہوچکا ہے)

■

Md. Wazeer Alam
Madrasa Rahmatul Uloom
Naukatola, Hardiya, Razaul
East Champaran (Bihar)
(Distt Pali)- 306701 (Raj)

شاہین انجم شفی

زندگی

کیسے کیسے نام لے کر جی رہا ہے آدمی
درد و غم انعام لے کر جی رہا ہے آدمی

صرف ماتھے پر شکن ہے زندگی کے نام کی
زندگی کا نام لے کر جی رہا ہے آدمی

ٹھوکروں سے گرنے کا اور آنکھ سے پھرنے کا ڈر
صبح لے کر شام لے کر جی رہا ہے آدمی

تیز ہے رفتار بھی اور خواب ہیں اونچے بہت
اپنے پن کا دام لے کر جی رہا ہے آدمی

ڈوبتی کشتی نظر آتی ہے ہر پل ہر گھڑی
امید کا پیغام لے کر جی رہا ہے آدمی

■

Shaheen Anjum Shafi
C/o Sayed Mushtaq Ali Ji
Selagate Bali
Distt Pali - 306701 (Raj)

اشتیاق احمد راشد

موسم

ہوتے ہیں یوں موسم پانچ
بچو! سچ کو کیا ہے آنچ
دیکھو! اک موسم ہے سردی
برفوں کی پہنے یہ وردی
پت جھڑ میں پتے گرتے ہیں
جیسے وہ آہیں بھرتے ہیں
گل کھلتے ہیں جو بہاروں میں
بکتے ہیں وہ بازاروں میں
اب آئی گرمی کی باری
گھبرائی ہے دنیا ساری
بارش ہوتی برساتوں میں
ہریالی آتی کھیتوں میں

■

Ishtiaque Ahmed
3, P.M Bustee 2nd Bye Lane
Shibpur
Howrah - 711102 (West Bengal)
Mob.: 8240162221

کردار:

بادشاہ، وزیر، طبیب اور دربان اور سپاہی

منظر: 1

(پردہ اٹھتا ہے۔ تخت پر نیم دراز ایک بہت موٹا بادشاہ، انگور کھا رہا ہے۔ اس کے دائیں جانب میز پر پڑے طشت میں بہت سارے پھل پڑے ہیں۔ وزیر دست بستہ اس کے سامنے کھڑا ہے۔)

بادشاہ: ہمیں نہایت افسوس ہے کہ ہماری سلطنت میں ایک بھی قابل طبیب نہیں۔

وزیر: حضور والا، آج میں نے ایک حکیم حاذق کو بلوایا ہے۔ ان شاء اللہ، وہ آپ کا علاج ضرور کرلے گا۔

بادشاہ: خدا کرے ایسا ہو، لیکن اب تک حکیموں سے ہمیں مایوسی ہی ہوئی۔

دربان: (داخل ہو کر تین بار سلام کرتا ہے) جہاں پناہ، حکیم صاحب شرفِ ملاقات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

بادشاہ: (ہاتھ کے اشارے سے آنے کی اجازت دیتا ہے اور انگور کا گچھا میز پر رکھے طشت میں رکھ دیتا ہے۔)

(چند لمحوں بعد حکیم دربار میں داخل ہوتا ہے اور تین مرتبہ جھک کر سلام کرنے کے بعد ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے)

وزیر: آیئے حکیم صاحب، خوش آمدید۔

حکیم: میرے لیے کیا حکم ہے جہاں پناہ؟

بادشاہ: حکیم صاحب، ہم ایک انتہائی موذی مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا علاج کریں۔

حکیم: یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہوگی۔ فرمایئے آپ کو کیا پریشانی ہے؟

بادشاہ: کیا آپ دیکھ نہیں رہے، یہ موٹاپا، یہ موٹاپا ہی ہمارا سب سے بڑا مرض ہے۔ ہم اس موٹاپے سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں۔ اب تک متعدد حکیم آئے اور ناکام

گئے۔ وزیر صحت کے مشورے پر آپ کو طلب کیا گیا ہے۔

حکیم: اجازت ہو تو میں آپ کا معائنہ کرنا چاہتا ہوں۔

بادشاہ: (لمبی سانس لے کر سیدھا بیٹھ جاتا ہے۔)

حکیم: (بادشاہ کے قریب جا کر معائنہ کرنے کے بعد دوبارہ اپنی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے) کیا میں تمام حکیموں کے علاج کے نسخوں کی تفصیل دیکھ سکتا ہوں۔

وزیر: تمام طبیبوں کے مجوزہ علاج کا دفتر پیش کیا جائے۔

(ایک سپاہی سرخ رنگ کی بڑی سی بیاض لا کر دیتا ہے۔ حکیم دھیرے دھیرے اوراق پلٹتا ہے۔)

حکیم: جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔

بادشاہ: بے خوف کہیے۔

حکیم: حضور، میں علم طب کے ساتھ علم نجوم میں بھی دخل رکھتا ہوں۔ چونکہ پچھلے حکیم تمام ممکنہ علاج کر چکے ہیں، اس لیے میں ایک آخری کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ علاج طویل کھنچ سکتا ہے، اس لیے میں علم نجوم کے ذریعہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی زندگی کتنی ہے۔ اگر آپ کی زندگی لمبی ہوئی تو میں آپ کا علاج کروں گا۔

وزیر: (گھبرا کر) حکیم صاحب یہ آپ...... یہ...... کیا......

بادشاہ: (چہرے پر غصے کے آثار) ٹھیک ہے، آپ علم نجوم کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہیں۔

حکیم: حضور! مجھے آپ کے زائچہ عنایت فرمائیں۔

بادشاہ: (غصہ سے وزیر کو اشارہ کرتا ہے اور حکیم سے کہتا ہے) آپ بیٹھ سکتے ہیں۔ (حکیم جھک کر سلام کرتا ہے اور ایک جانب رکھی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔)

وزیر: بادشاہ سلامت کا زائچۂ مبارک لایا جائے۔

(کچھ دیر بعد ایک سپاہی حکیم کو زائچہ لا کر دیتا ہے اور

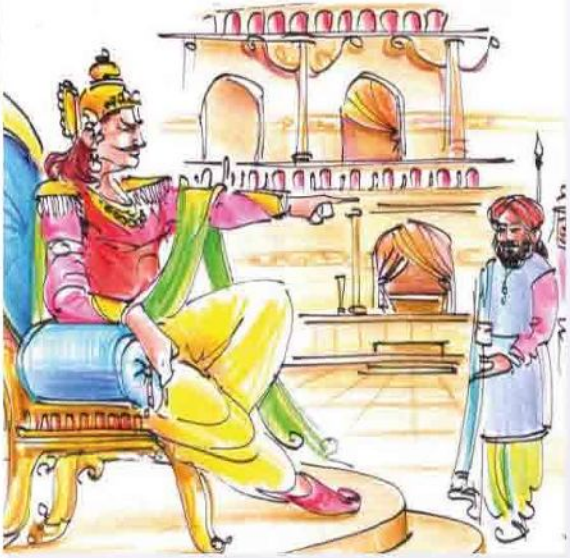

حکیم بہت سارے کاغذات نکال کر دیکھنے لگتا ہے۔)

بادشاہ: کہیے حکیم صاحب، آپ کے علم کے مطابق ہماری زندگی کتنی ہے؟

حکیم: (دکھ بھری آواز میں) حضور والا، مجھے یہ کہتے ہوئے نہایت دکھ ہو رہا ہے کہ اس زمین پر آپ کی زندگی صرف ایک مہینہ باقی بچی ہے اور چونکہ میرے علاج کے لیے یہ مدت نہایت قلیل ہے اس لیے میں آپ کا علاج کرنے سے قاصر ہوں۔ امید کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔

وزیر: یہ کیا بدتمیزی ہے؟ سپاہیو! اس حکیم کو گرفتار کر لو۔

حکیم: بیشک آپ مجھے گرفتار کر لیں لیکن جہاں پناہ، سپاہیوں کو حکم دیجیے کہ ایک ماہ بعد جب میری پیشین گوئی درست ثابت ہو جائے تو مجھے رہا کر دیں۔

بادشاہ: (غصہ سے) حکیم کو زندان میں قید کر دیا جائے۔

(سپاہی حکیم کو پکڑ کر لے جاتا ہے۔ بادشاہ لمبی لمبی سانسیں بھرتا ہوا تخت سے اٹھتا ہے اور سر جھکا کر ٹہلنے لگتا ہے۔) وزیر صحت، یہ نالائق تھا...... ہائے، آپ

کا شاندار حکیم، اُف...... یہ کم بخت...... اُف (بادشاہ لگاتار اُف، اُف کہتا جاتا ہے۔)

منظر: 2

بادشاہ: (صحت بری طرح گر چکی ہے۔) آج 28 دن ہو گئے، وزیر ذی وقار، آپ کے حکیم کی پیشین گوئی میں صرف دو روز باقی ہیں۔

وزیر: (سر جھکائے) حضور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رہے۔ وہ بکواس کر رہا تھا۔ میں اس کے انتخاب پر انتہائی شرمندہ اور پشیمان ہوں۔

بادشاہ: اس بدتمیز حکیم کو حاضر کیا جائے۔

(کچھ دیر بعد ایک سپاہی حکیم کو لے کر حاضر ہوتا ہے۔)

بادشاہ: آؤ حکیم بے دماغ، دیکھو تمھاری پیشین گوئی کو 28 دن ہو گئے اور ہم الحمدللہ زندہ ہیں۔ اب تم کیا کہتے ہو؟

حکیم: (مسکراتے ہوئے) میں کیا کہہ سکتا ہوں عالی جاہ۔ مستقبل کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

بادشاہ: شاید زندان کے اندھیروں نے تمھاری عقل کو روشن کر دیا۔

حکیم: عالم پناہ! میں خود اپنی زندگی کے بارے میں نہیں جانتا کہ اگلے پل میرے ساتھ کیا ہوگا۔ آپ کے بارے میں کیسے جان سکتا ہوں؟

بادشاہ: (غصہ سے) پھر جھوٹ کیوں کہا تھا؟

حکیم: میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔

بادشاہ: بدتمیز، تم نے ہماری زندگی کے بارے میں پیشین گوئی نہیں کی تھی؟

حکیم: (جھک کر سلام کرتا ہے) ظل الٰہی، آپ کا اقبال بلند ہو، دراصل آپ دبلا ہونا چاہتے تھے۔ اطبا ہر ممکن علاج کر چکے تھے اس لیے میں نے آپ کا نفسیاتی علاج کرنے کا فیصلہ کیا۔

بادشاہ: کیا......؟

حکیم: جہاں پناہ، دکھ اور پریشانی سے زیادہ اور کوئی چیز انسان کو دبلا نہیں کر سکتی۔ آپ کی زندگی کے بارے میں میں نے جو کچھ عرض کیا تھا وہ ایک حیلہ تھا، میری چال تھی کہ آپ دکھ اور پریشانی میں مبتلا ہو جائیں۔

بادشاہ: ہائے ظالم، یہ 28 دن ہم نے کیسے گزارے تم کیا جانو۔

حکیم: براہِ کرم آئینہ میں خود کو ملاحظہ فرمائیں، کیا آپ اتنے دبلے نہیں ہو گئے جتنا آپ ہونا چاہتے تھے؟

بادشاہ: (مسکراتا ہے) وزیر صحت، واقعی آپ نے ایک قابل طبیب کو منتخب کیا تھا۔

وزیر: (جھک کر سلام کرتا ہے) خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر قائم رکھے۔

حکیم: آپ کی صحت جنت کی نعمتوں کی طرح لازوال اور آپ کی عمر آسمان کی مانند بے حد و حساب ہو۔

بادشاہ: (ہنستے ہوئے) حکیم صاحب، آپ علم نجوم میں نہ سہی فن شعر میں بیشک مہارت رکھتے ہیں۔

حکیم: (جھک کر سلام کرتا ہے۔)

بادشاہ: حکیم صاحب کو دس ہزار سونے کے سکے اور خلعت سے نوازا جائے۔ ساتھ ہی انھیں چالیس گاؤں کی جاگیر بھی دی جاتی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہماری سلطنت میں ایسے قابل طبیب موجود ہیں۔

■

Dr. Mohammad Yahya Jamil
Baitul- Jalil-9, Aseer Colony
Post: V M V
Amravati- (Maharashtra)
Bhukunda- 829135 (Jharkhand)
Mob.: 9234033364

کہانی

رحیم رضا

بہادری کا انعام

صبح کا وقت تھا، دور پہاڑ کی اوٹ سے نکلتے ہوئے سورج کی ہلکی ہلکی سنہری کرنیں کھیتوں اور کھلیانوں میں پھیلنے لگی تھیں۔ اس چھوٹے سے گاؤں میں لاتعداد کچے پکے مکانوں کے درمیان اکا دکا دومنزلہ پکی عمارتیں بھی تھیں جن میں گاؤں کے چودھری اور زمیندار رہتے تھے۔ اجالا ہوتے ہی درختوں پر پرندوں کا شور ہونے لگا تھا۔ اب دھوپ چھتوں اور منڈیروں سے ہوتی ہوئی گھروں میں جھانکنے لگی تھی۔ پرندوں کے شور سے بابو کی نیند کھل گئی۔ وہ لمبی انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا، دیکھا تو پورے آنگن میں دھوپ پھیل چکی تھی اور بابا ابھی تک کھٹیا پر پاؤں پسارے گہری نیند سو رہا تھا۔

باپو... او... باپو... اٹھو! آج کتنی دیر ہوگئی، کیا آج بکریاں جنگل نہیں لے جانا ہے؟

اوں... ہوں... ہاں چلنا ہے بیٹا، یہ تو اپنے نصیب کا لکھا ہے اگر ہم کام نہیں کریں گے تو کھائیں گے کیا۔ بوڑھا کسمسا کر اٹھا اور دل ہی دل میں بڑبڑایا، ہائے غریبی میرے ساتھ ساتھ اس معصوم کو بھی دن بھر جنگل جنگل بھٹکنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر چولھا جلتا ہے۔ یہ تو اس غریب کے کھانے پینے اور کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔

''چلو بابا! ہاتھ منہ دھو لو تب تک میں بکریاں جمع کرتا ہوں''، بابو کی آواز پر بوڑھا چونک پڑا۔

تھوڑی دیر بعد بکریوں کا ریوڑ لے کر دونوں باپ بیٹے جنگل کی طرف چل پڑے۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ بوڑھے کے ہاتھ میں چھوٹی سی کلہاڑی تھی جو بکریوں کے چارے کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں توڑ کر جمع کرنے کے کام آتی تھی، کچھ دور چل کر بوڑھے نے ہریالی سے بھرے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کے پاس بکریوں کو چھوڑ دیا جہاں ہر طرف سبزہ تھا۔ بکریاں ادھر ادھر منہ مارنے لگیں، بابو بھی قریب ہی بڑے سے پتھر پر بیٹھ گیا۔ بوڑھے نے کہا ''بیٹا! اج ہم کافی دور نکل آئے میرے پیر مارے درد کے ٹوٹنے لگے ہیں، میں ذرا کمر سیدھی کر لیتا ہوں تم بکریوں کا دھیان رکھنا۔''

''ہاں بابا! تم لیٹ جاؤ، میں ہوں نا! اور پھر دیکھو بکریاں کیسے مزے سے چر رہی ہیں یہاں کافی چارہ ہے۔ لاؤ کلہاڑی مجھے دے دو میں تب تک سوکھی لکڑیاں جمع کر لیتا ہوں'' بوڑھے نے کلہاڑی بابو کے حوالے کر دی اور اپنے رومال کو سرہانے رکھ کر لیٹ گیا۔

بابو کچھ دیر بکریوں سے باتیں کرتا رہا، وہ لکڑیاں جمع کرتا جا رہا تھا، اسی دھن میں وہ ٹیلے کے دوسری طرف نکل آیا، اسے کافی لکڑیاں مل گئی تھیں، سب کو ایک جگہ جمع کر کے وہ گٹھا

باندھنے لگا۔ اسے خیال آیا ابھی دن ڈھلنے میں ڈیڑھ دو گھنٹے باقی ہیں، گھر پہنچتے پہنچتے دن ڈھل جائے گا تبھی بچاؤ بچاؤ کی آواز سنائی دی، وہ گٹھا چھوڑ کر آواز کی سمت دوڑنے لگا۔ آواز پہاڑی کے پیچھے سے آ رہی تھی، وہ تقریباً ہانپتا ہوا پہاڑی کے پیچھے پہنچا، دھیان سے سننے پر اسے لگا آواز ڈھلان کی طرف سے آ رہی ہے، وہ آواز کی سمت میں بڑھتا چلا گیا۔ قریب پہنچنے پر اس نے دیکھا کہ چھوٹی بڑی کانٹوں بھری جھاڑیوں کے درمیان نیچے گڑھے میں کوئی لڑکا اوپر نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ شاید ڈھلان سے پھسل کر وہ کانٹے دار جھاڑیوں میں گر پڑا تھا۔ چلانے سے اس کی آواز بیٹھنے لگی تھی، بابو نے اپنی جان کی پرواہ نہ کی اور جھاڑیوں کو کلہاڑی سے صاف کرتا ہوا ڈھلان میں اترتا چلا گیا، اس کے جسم پر خراشیں لگ رہی تھیں، وہ لہو لہان ہو گیا لیکن ہمت نہ ہاری اور کسی طرح گڑھے تک پہنچ گیا، دیکھا تو بچے کا پیر ایک موٹی سی ٹہنی کے نیچے دبا ہوا تھا اگر کچھ دیر اور ہو جاتی تو شاید بچہ رو رو کر بے ہوش ہو جاتا اور پھر کوئی جنگلی درندہ اسے دبوچ لیتا، یہ سوچ کر اس کے بدن میں جھرجھری سی آ گئی، اس نے بڑی ہمت اور بہادری سے بچے کو نکالا، دیکھا تو پہچان لیا یہ تو گاؤں کے چودھری صاحب کا بیٹا ہے جو شہر کے اسکول میں پڑھتا ہے، اس لیے اوبڑ کھابڑ رستے پر سنبھل نہ سکا۔ پھسل کر گڑھے میں جا گرا، اس نے اپنی قمیض پھاڑ کر اس کے زخمی پیر پر پٹی باندھی اور اسے سہارا دے کر دھیرے دھیرے اوپر تک لایا۔ تب تک بوڑھا بھی بابو کو تلاش کرتا ہوا دو تین کسانوں کے ساتھ وہاں آ چکا تھا سب ہی بابو کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے اس کی تعریف کر رہے تھے۔ بابو نے اپنے باپو کو ساری بات تفصیل سے بتادی۔ بوڑھا جانتا تھا کہ بابو نہایت شریف اور رحم دل لڑکا ہے، آج وہ اس کی بہادری کا بھی قائل ہو گیا اور خوش ہو کر اسے دعائیں دیتے ہوئے نصیحت بھی کی کہ ایسے وقت میں، بجائے اکیلے کود پڑنے کے کسی کو مدد کے لیے ساتھ لینا چاہیے تاکہ کام آسان ہو جائے۔ اس واقعے کو دو تین دن گزر گئے۔ رفتہ رفتہ یہ بات سارے گاؤں میں پھیل گئی کہ بابو نے چودھری کے بیٹے کی جان بچائی۔

ایک دن بوڑھا اپنے صحن میں چارپائی پر ستا رہا تھا کہ کسی نے اسے اس کے نام سے پکارا، آواز چودھری صاحب کی تھی، اس نے سلام کیا اور کہا آپ نے یہاں آنے کا کشٹ کیوں کیا؟ مجھے بلالیا ہوتا۔ کہیے کیا حکم ہے؟

گلی کے چھور پر چودھری صاحب کی چم چم کرتی کار کھڑی تھی، ہریا! مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ تمھارے بیٹے نے اپنی جان پر کھیل کر ہمارے اکلوتے بیٹے کی جان بچائی ہے۔ میں ایک ہفتے سے سرکاری کام سے باہر گیا ہوا تھا، آج ہی لوٹا ہوں، کہاں ہے تمھارا بیٹا؟ ہم اسے انعام دینا چاہتے ہیں۔

حضور میرے بیٹے نے یہ کام کسی انعام کی لالچ میں نہیں کیا، یہ تو ہمارا دھرم تھا۔ بوڑھے نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا۔

”ہریا! تم لوگوں نے ہمارے بیٹے کو بچا کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا، ہم اس کا کوئی بدل تو نہیں دے سکتے پھر بھی تمھیں منہ مانگا انعام دیں گے۔“

”سرکار! آپ تو جانتے ہیں ہم غریب لوگ آپ کے سیوک ہیں، روکھی سوکھی جو مل جاتی ہے سب آپ ہی کی کرپا ہے۔“ تب تک کچھ لوگ اور آ گئے۔

”دیکھو ہریا! ہمیں شرمندہ نہ کرو، ہم جانتے ہیں تم بہت خوددار ہو لیکن تمھیں ہمارے جذبات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔“ چودھری صاحب نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ہاں... ہریا! تمھیں چودھری صاحب کی بات مان لینی چاہیے“ وہاں کھڑے لوگوں نے سمجھایا۔ تب تک بابو بھی وہاں

پہنچ گیا ہریا نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا ''یہ رہا میرا بیٹا، جس نے آپ کے بیٹے کی جان بچائی۔''

''یہ کام کیا کرتا ہے؟ ہریا!''

''حضور! اور کیا کرے گا؟ میرے ساتھ ہی جنگل میں لکڑیاں جمع کرتا ہے میرے کام میں مدد کرتا ہے۔''

''ٹھیک ہے، تم اپنے لیے نہ سہی اسی کے لیے کچھ مانگ لو۔ بولو بیٹا! تمھیں کیا چاہیے؟''

بابو نے بھی وہی جواب دیا جو اس کے پتا نے دیا تھا چودھری صاحب نے مسکراتے ہوئے بابو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہریا کی طرف دیکھ کر کہا ''دیکھو ہریا! میں سمجھ گیا تم کچھ لینا نہیں چاہتے تو نہ لو مگر میرے ساتھ ایک معاہدہ کر لو۔''

''کیسا مائدا (معاہدہ) سرکار؟''

''گھبرانے کی بات نہیں، اس میں تمہارا فائدہ بھی ہے اور ہمارے سر سے بھی بوجھ اتر جائے گا۔''

''میں کچھ سمجھا نہیں مالک! بابو اور سب لوگ حیرانی سے چودھری کی طرف دیکھنے لگے۔

''آج سے بابو کی سب ذمے داری مجھے سونپ دو، میں اس کو اپنے بیٹے کے ساتھ شہر میں پڑھنے کے لیے بھیجوں گا، یہ نہایت شریف اور بہادر بچہ ہے۔ اس کی ابھی پڑھنے کی عمر ہے تعلیم کے جوہر سے مالا مال ہو جائے تو تمھاری کایا پلٹ جائے گی'' ہریا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، بیٹے کی بھلائی، اپنی مجبوری ایک پل میں دل میں سیکڑوں سوال ابھرنے لگے۔

''تم بالکل چنتا نہ کرو ہریا! یہ بہت مزے سے میرے بیٹے کے ساتھ ہی رہے گا، میں ہفتے میں دو مرتبہ اپنے بیٹے سے ملنے جاتا ہوں تمھیں بھی ساتھ لے جایا کروں گا، ذرا سوچو! یہاں رہا تو یہ بھی بس بکریاں چراتا رہے گا، گھٹ گھٹ کر زندگی گزارے گا۔ اس کے مستقبل کا بھی کچھ سوچو اور پھر شہر میں میرے بیٹے کو سہارا بھی مل جائے گا، بابو بھی لکھ پڑھ لے گا تمھارا بھی بھلا ہو جائے گا اور مجھے بھی اطمینان رہے گا اور یہ تم پر کوئی احسان مت سمجھو'' چودھری صاحب نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

بالآخر سب کے سمجھانے پر ہریا نے بابو کی طرف دیکھتے ہوتے ان کی بات مان لی۔

دن گزرتے رہے اور بابو شہر میں پڑھنے لگا۔ ذہین تو تھا ہی خوب محنت سے پڑھتا رہا، سائنس اور ریاضی اس کے دلچسپ مضمون تھے۔ اسکول، کالج اور پھر یونیورسٹی تک پہنچ گیا۔ ہریا اس کی باتیں گاؤں والوں کو سناتے ہوئے پھولا نہ سماتا اور ہر پل چودھری صاحب کے گن گاتا دعائیں دیتا نہ تھکتا۔ چودھری صاحب نے زمینداری اور کاروبار اپنے بیٹے کے حوالے کر دیا اب وہ بھی بابو کی دوستی اور ذہانت کا قائل تھا ہر طرح سے اس کا ساتھ دیتا بابو کی محنت ایسی رنگ لائی کہ وہ ریسرچ کے میدان میں آگے بڑھتا گیا پھر ایک دن وہ بھی آیا جب ایک نئی ایجاد کا سہرا اس کے سر باندھا گیا اور یوں ایک غریب چرواہے کے بیٹے نے اپنی محنت، لگن اور ذہانت سے نہ صرف اپنے ماں باپ کا بلکہ اپنے گاؤں اور اپنے ملک کا نام روشن کیا۔

بچو! اگر بابو بچے کو بچانے کے بدلے روپیہ پیسہ یا انعام لے لیتا تو کیا اتنا بڑا آدمی بن سکتا تھا؟

سچ ہے نیک نیتی خلوص اور انعام صلے کی پرواہ کیے بغیر کام کا کرنے کا صلہ دیر سے ہی سہی قدرت عطا کرتی ہے۔

(تعارف مارچ 22 کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے) ■

Raheem Raza
2587, Raza manzil
Kahirni Pura, At.:P: Yawal
Distt: Jalgaon - 425301(Maharashtra)

دیہات اور شہر

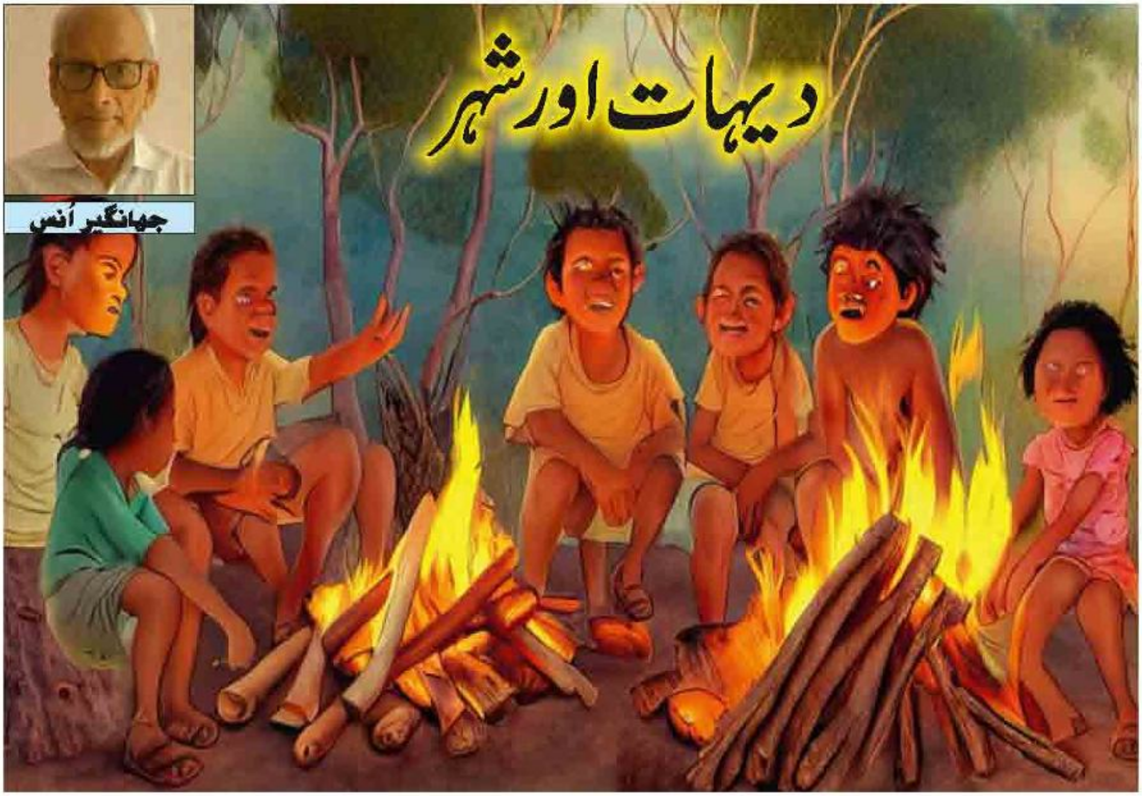

جہانگیر انس

پہلے ہم دیہات میں ایک بہت بڑے اور کشادہ مکان میں رہتے تھے۔ گاؤں میں ہمارے مکان کو ایک محل کا درجہ حاصل تھا کیونکہ زیادہ تر مکان پھوس کے بنے ہوئے تھے۔ ہمارے مکان کی دیواریں مٹی کی تھیں اور چھت کھپڑیل تھا۔ ہمارا مکان گاؤں کے تمام مکانوں میں سب سے بڑا تھا۔ چاروں طرف کمرے اور برآمدے بنے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک بہت بڑا آنگن تھا۔ باہر کافی کھلی فضا تھی۔

دادی جان جاڑے کے موسم میں شام ہوتے ہی آنگن میں آگ کا الاؤ جلا کر بیٹھ جاتیں اور گھر کے ایک ایک فرد کو آواز دیتیں۔

''احمر بیٹا! بہت ٹھنڈ پڑ رہی ہے الاؤ کے پاس آ کر بدن گرم کرلو''

''دلہن! کچن میں کام کرتے کرتے ہاتھ پاؤں شل ہوگئے ہوں گے آگ تاپ لو۔''

''سمینہ، روبینہ، اختر، انور تم لوگ بھی آجاؤ ورنہ ٹھنڈک سے ٹھٹھر کر قلفی بن جاؤ گے۔

افراد خانہ کے علاوہ پڑوس کے بھی چند بچے اور خواتین الاؤ کے پاس آ کر بیٹھ جاتیں۔ جب چند لوگ ایک جگہ جمع ہوجاتے تو باتیں بھی شروع ہوجاتی ہیں۔ پرانے زمانے کی یادیں تازہ ہونے لگتیں۔ پہلے کس طرح لوگ مل جل کر رہتے تھے۔ بزرگوں کے اخلاق وعادات کیسے تھے۔ پہلے پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کون ہندو ہے کون مسلمان ہے، کون اپنا ہے کون غیر ہے، کون امیر ہے کون غریب ہے۔ اونچ نیچ اور ہندو مسلم کا کوئی بھید بھاؤ نہیں تھا۔ عید، بقرعید، محرم، ہولی، دیوالی، دسہرہ غرض کہ تمام تہوار سبھی مل کر کر مناتے، رام کے پیر میں کانٹا چبھ جاتا تو رحیم بے چین ہوجاتا، اکرم کو چوٹ لگ جاتی تو کرشن کی

آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ کسی پر کوئی مصیبت آجاتی تو سیکڑوں ہاتھ مدد کے لیے آگے بڑھ جاتے۔ کسی وجہ سے دو لوگوں میں رنجش ہوجاتی یا جھگڑا ہوجاتا تو سب مل کر آپس میں ہی مسئلے کو حل کردیتے لیکن آج... بڑے لوگ اٹھ کر چلے جاتے، لیکن بچوں کو دادی جان بہت دیر تک روکے رکھتیں اور ان سے ان کی تعلیم کے تعلق سے طرح طرح کے سوالات پوچھتی رہتیں، ان کے اساتذہ اور دوستوں کے متعلق پوچھتیں۔ جب بچے اکتاہٹ کا اظہار کرنے لگتے، تو انھیں کہانی سنانے لگتیں۔ انھیں کہانی سنانے کا بہت شوق تھا۔

ابا شہر کی ایک فیکٹری میں نوکری کرتے تھے۔ انھیں روزانہ گھر آنے میں تکلیف ہوتی تھی اور کرایہ بھی کافی لگ جاتا تھا۔ اس لیے انھوں نے شہر کے ایک گنجان آبادی والے علاقے میں تین روم کا ایک فلیٹ کرایے پر لے لیا، جس میں کچن اور باتھ روم کے ساتھ ایک ڈرائنگ روم بھی تھا۔

جب ہم لوگ شہر کے فلیٹ میں شفٹ ہونے لگے تو دادی جان نے وہاں جانے سے منع کردیا۔ انھیں اپنے مٹی کے بنے ہوئے کھپڑا پوش مکان سے محبت ہی نہیں عقیدت بھی تھی۔ مکان کی مٹی کی سوندھی خوشبو ان کے انگ انگ میں بسی ہوئی تھی۔ اس گھر میں وہ دلہن بن کر آئی تھیں، ساس سسر اور شوہر کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات کی تھی۔ اس گھر کے در و دیوار سے ان کی بہت سی تلخ و شیریں یادیں وابستہ تھیں، ساس، سسر اور مرحوم شوہر کی پرچھائیاں اس گھر کی ہر دیوار میں انھیں نظر آتیں۔ اپنے، پرائے اور پڑوسیوں کی محبتیں اور شفقتیں ان کے پاؤں کی زنجیر بنی ہوئی تھیں۔

ابا انھیں گاؤں کے گھر میں تنہا چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کے اکیلے رہنے پر، ہونے والی پریشانیوں سے وہ واقف تھے۔ اس لیے انھوں نے کافی منت وسماجت سے انھیں شہر چلنے پر راضی کیا۔

شہر میں آنے کے بعد کئی دن فلیٹ میں سامان سیٹ کرنے میں لگ گئے۔ دادی کے کمرے کو سیٹ کرنے میں ان کی پسند کا خاص طور سے خیال رکھا گیا۔ دادی سب کچھ خاموشی کے ساتھ سونی سونی آنکھوں سے دیکھتی رہیں۔ جب سب کچھ بہتر طریقے سے منظم ہوگیا تو دادی جان نے ایک بڑے سے گملا نما برتن میں کارٹون کو پھاڑ کر رکھا چند لکڑیاں بھی ادھر ادھر سے لے کر اس میں رکھ دیا اور شام کو جلا دیا اور حسب عادت آواز دینے لگیں۔

”احمر بیٹا! بہت ٹھنڈ پڑ رہی ہے الاؤ کے پاس بیٹھ کر بدن گرم کرو۔“

”دلہن! کچن میں کام کرتے کرتے ہاتھ پاؤں شل ہوگئے ہوں گے آگ تاپ لو۔“

”ثمینہ، روبینہ، اختر، انور تم لوگ بھی آجاؤ ورنہ ٹھنڈک میں ٹھٹھر کر قلفی بن جاؤ گے۔“

ابا اس وقت اپنے روم میں بیٹھے آفس کا کام کر رہے تھے۔ امی کچن میں رات کا کھانا بنا رہی تھیں اور ہم چاروں بھائی بہن اپنے مشترکہ روم میں بیٹھے موبائل پر گیم کھیل رہے تھے۔

ابا بہت نرم مزاج کے تھے، کسی سے اونچی آواز میں بات بھی نہیں کرتے تھے۔ غصہ ہونا تو انھوں نے سیکھا ہی نہیں تھا، لیکن دادی جان کی بات سن کر انھیں نہ جانے کیوں غصہ آگیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئے اور اونچی آواز میں بولے ”امی! آپ یہ کیا کر رہی ہیں۔ یہ دیہات کا مٹی کا بنا کھپڑیل گھر نہیں ہے۔ دیہات اور شہر کی طرز رہائش میں کافی فرق ہوتا ہے۔ دھوئیں سے گھر کی تمام دیوارو کا رنگ خراب ہوجائے گا، ویسے بھی شہر میں فضائی آلودگی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ فلیٹ کی فضا دھوئیں سے اور زیادہ آلودہ ہوجائے گی اگر دھواں فلیٹ سے

نکل کر دوسروں کے فلیٹ میں چلا گیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اگر آپ کو زیادہ ٹھنڈک لگ رہی ہے تو اپنے روم میں ہیٹر آن کر کے آرام سے بیٹھیں۔‘‘

دادی جان خاموشی سے ابا کی باتیں سن رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ ابا جب خاموش ہوئے تو دادی جان نے رندھی ہوئی آواز میں کہا ’’بیٹا! میں اسی لیے شہر آنے سے انکار کر رہی تھی۔ وراثت میں ملی ہوئی عادتوں کو میں بدل نہیں سکتی۔ اپنی تہذیب و ثقافت اور روایات سے بغاوت کرنا میرے بس میں نہیں۔ یہاں کے تنگ ماحول، گرمی میں اے سی کی مصنوعی ٹھنڈک اور ٹھنڈک سے نجات پانے کے لیے ہیٹر کی مصنوعی گرمی سے میرے اعصاب تو پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ میں بے چین ہو جاتی ہوں۔

بیٹا! میں جب بیاہ کر آئی تھی تو میری ساس ٹھنڈک کے موسم میں بلا ناغہ شام کو گھر کے آنگن میں الاؤ جلایا کرتی تھیں، اس وقت میں جوان تھی، میری اپنی ایک سوچ تھی۔ پرانی روایات مجھے بھی بری لگتیں، گھر میں دھواں ہوتا تو مجھے گھٹن محسوس ہونے لگتی۔ ایک دن میں نے اپنی ساس سے پوچھا ’’امی! آپ روز الاؤ کیوں جلایا کرتی ہیں۔‘‘

میری ساس نے کہا ’’بیٹی! بزرگوں کی ایجاد کردہ یہ ایک پرانی روایت ہے۔ ہمارے بزرگ بے وقوف نہیں تھے۔ ان کی ایجاد کردہ پرانی روایتوں کو ہم دقیانوسی کہہ کے نظرانداز کر دیتے ہیں لیکن ہر روایت کے پیچھے کوئی نہ کوئی منطق، کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر پرانے لوگ کہتے تھے کہ سانپ کو مارنے کے بعد اس کا سر کچل دینا چاہیے، ہمارے دلوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب سانپ مر گیا تو سر کچلنے سے کیا فائدہ؟ لیکن کیمرے کی ایجاد نے یہ ثابت کر دیا کہ بزرگوں کی بات میں کتنی سچائی ہے۔ سانپ کے آنکھ میں ایک لینس ہوتا ہے جو اس کے مرنے کے بعد اپنا کام کرتا رہتا

ہے، مارنے والے کی تصویر اس کی آنکھ میں قید ہوجاتی ہے۔ جسے دیکھ کر اس کا جوڑا مارنے والے کو نقصان پہنچا دیتا ہے، سر کچل دینے سے اس کی آنکھ پھوٹ جاتی ہے جس سے اس میں قید ہونے والا عکس ختم ہوجاتا ہے۔ سانپ کی آنکھ کے لیس سے ہی تحریک پا کر انسان نے کیمرا ایجاد کیا۔

شام کو الاؤ جلا کر بیٹھنے سے ٹھنڈک تو دور ہوتی ہی ہے لیکن اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گھر کے تمام افراد کو ایک جگہ مل کر بیٹھنے کا موقع ملتا ہے۔ آج کی تیز رفتار ترقی پذیر دنیا میں انسان کی مصروفیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ خود کو خود کی خبر نہیں ہوتی۔ ماں اولاد کی صورت دیکھنے کے لیے، بیوی شوہر سے باتیں کرنے کے لیے اور بچے والدین کی شفقت و محبت کے لیے ترستے رہتے ہیں جس کی وجہ سے سب کے اندر ایک تناؤ کی کیفیت ہوجاتی ہے۔ اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر آگ تاپنے کے بہانے سب مل جل کر ایک جگہ بیٹھتے ہیں، آپس میں باتیں کرتے ہیں تو دل و دماغ پر چھائی ہوئی دھند ختم ہوجاتی ہے، اپنائیت کا احساس بیدار ہوجاتا ہے، پرانی باتیں پرانی یادیں نئی کروٹیں لینے لگتی ہیں۔

امی نے کچن میں ابا کی باتیں سنی تھیں اور اب دادی کی باتیں سن رہی تھیں، ایک عورت دوسری عورت کے دل کے درد کو مردوں سے زیادہ سمجھتی ہے۔ دادی کی رندھی ہوئی آواز نے انھیں بے چین کردیا تھا۔ وہ کچن سے نکل کر دادی کے پاس آگئیں اور دادی کو دلاسا دیتی ہوئی بولیں ”اماں! انھیں معاف کردیجیے آفس کے کام کی وجہ سے کئی دن سے پریشان ہیں اس لیے بغیر سوچے سمجھے بول بیٹھے۔ اس کے بعد انھوں نے بچوں کو پکارا۔

سمینہ، روبینہ، اختر، انور، تم لوگوں نے سنا نہیں کہ دادی بلا رہی ہیں۔ دن رات موبائل پر گیم کھیلنے سے فرصت ہی نہیں ملتی، کبھی تم لوگوں کو توفیق نہیں ہوتی کہ دادی جان کے پاس

بیٹھ کر ان کی باتیں سنو۔ بیوقوفو! دادا دادی کی محبت قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

امی کی ڈانٹ سن کر ہم چاروں بھائی بہن دادی جان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اماں نے دادی کی آنکھ بچا کر ابا کو اشارہ کیا وہ بھی شرمندگی سے دادی کے پاس بیٹھ گئے اور دادی کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگایا اور کہا ”اماں! مجھے معاف کردیجیے آفس میں کام کی زیادتی کی وجہ سے سخت پریشان ہوں۔ بے خیالی میں میری زبان سے سخت الفاظ نکل گئے۔

ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے اماں نے دادی سے کہا ”بچوں کو ایک اچھی سی کہانی سنا دیجیے۔ یہ بہت شرارتی ہوگئے ہیں، دن رات موبائل لیے بیٹھے رہتے ہیں۔“

ہم بھائی بہنوں نے بھی دادی سے بہ یک زبان کہا۔ ”دادی جان! ہمیں آج ایک اچھی کہانی سنائیے، آپ سے کہانی سنے بہت دن ہوگئے۔ چھل کپٹ سے دور رہنے والی سیدھی سادی بھولی بھالی دادی جان نے شاکی نظروں سے ابا

کی طرف دیکھا اور کہانی سنانے پر آمادہ ہوگئیں۔

ایک جنگل میں ایک شیر رہتا تھا۔ ایک دن اس جنگل میں بھٹکتا ہوا ایک بیل آ گیا۔ شیر نے اسے حقارت سے دیکھا اور کہا ''میری اجازت کے بغیر اس جنگل میں آنے کی تمھاری جرأت کیسے ہوئی، تم جانتے نہیں ہو کہ میں اس جنگل کا راجہ ہوں۔ میرے حکم کے بغیر کوئی اس جنگل میں قدم نہیں رکھ سکتا، وہ ایک مغرور اور ظالم شیر تھا جنگل کے تمام جانور اس کے ظلم و ستم سے پریشان تھے۔ سبھی اس سے خوف زدہ رہتے۔ اس نے بیل کو حکم دیا کہ جلد سے جلد اس جنگل سے نکل جاؤ ورنہ چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا۔''

بیل نے کہا ''یہ جنگل تمھارے باپ کا نہیں ہے، اور نہ میں اس پر قبضہ کرنے آیا ہوں، میں تمھاری رعیت نہیں ہوں کہ تمھارے رعب میں رہوں جب تک میرا دل چاہے گا میں رہوں گا۔

شیر نے غرا کر کہا ''خاموش کم ذات، اپنی اوقات نہیں دیکھتا اور زبان لڑا رہا ہے۔ ابھی تیری بدزبانی کا مزہ چکھاتا ہوں اور اس نے بیل پر چھلانگ لگا دی۔ بیل بھی غافل نہیں تھا۔ شیر کو چھلانگ لگاتے دیکھ کر اس نے اپنی جگہ بدل دی اور اپنی جان بچانے کے لیے بھاگنے لگا۔ شیر بھی اس کا تعاقب کرنے لگا۔ بیل دوڑتے دوڑتے ایک دَلدَل میں جا پھنسا اس کی رفتار بہت تیز تھی اس لیے وہ دَلدَل میں بہت آگے نکل گیا تھا۔ شیر غصے میں اس قدر باؤلا ہوگیا تھا کہ بیل کو دَلدَل میں پھنسا دیکھ کر بھی نہیں رکا اور وہ بھی دَلدَل میں جا پھنسا لیکن وہ بیل سے چند قدم دور رہ گیا تھا۔

شیر نے بہت کوشش کی کہ چھلانگ لگا کر بیل کو دبوچ لے لیکن جتنی کوشش کرتا اتنا ہی دَلدَل میں پھنستا جاتا۔ بیل بالکل بے حرکت کھڑا شیر کو دیکھ رہا تھا۔ شیر نے تھک ہار کر سر جھکا لیا۔

بیل نے شیر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا ''اب تو نہیں بچے گا تجھے مرنا ہی ہوگا۔''

شیر نے کہا ''اگر مجھے مرنا ہے تو تو بھی تو زندہ نہیں بچے گا۔''

بیل نے کہا ''میں یقینی زندہ بچ جاؤں گا۔ مجھے اپنی طاقت پر غرور نہیں ہے۔ میں کسی پر ظلم نہیں کرتا ہوں، تمام جانوروں کے ساتھ میل محبت سے رہتا ہوں، کسی کی بددعا نہیں لیتا۔ انسانیت کی خدمت کرتا ہوں۔ میری مدد کو کوئی بھی آ سکتا ہے، لیکن تمھاری مدد کوئی نہیں کرے گا، تمھیں مصیبت میں دیکھ کر سب خوش ہوں گے کہ ظالم کی کوئی مدد نہیں کرتا، خدا بھی نہیں کرتا—

ابھی دونوں میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری تھا کہ ادھر سے ایک چرواہا گزرا، اس نے بیل اور شیر کو دَلدَل میں پھنسا دیکھ کر شور مچانا شروع کر دیا۔ اس کا شور سن کر چند چرواہے اور بھی آ گئے۔ سب نے مل کر بانس اور ڈنڈے کی مدد سے بیل کو دَلدَل سے نکال دیا۔ شیر نے بہت واویلا مچایا، منت سماجت کی لیکن چرواہوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی، سب نے یہی سوچا کہ اگر اس کو نکال دیا گیا تو پتہ نہیں یہ ظالم کس کو چٹ کر جائے، بیل ہنسی خوشی اپنی منزل کی طرف بڑھ گیا اور شیر دَلدَل میں پھنسا اپنی موت کا انتظار کرنے لگا۔

کہانی ختم کر کے دادی جان نے کہا ''بچو! اپنی طاقت کے غرور میں دوسروں پر ظلم و ستم کرنا انسانوں کو ہی نہیں اللہ تعالیٰ کو بھی ناگوار گزرتا ہے۔ اس لیے اس دنیا میں ہر ظالم کا انجام بہت برا ہوا ہے اور آئندہ بھی برا ہوگا۔

■

Jahangeer Uns (Mojibr Rahman)
Rani Pur
Barharia - 841232
Distt.: Siwan (Bihar)
Mob.: 9162357830

یہ کیسی لڑائی

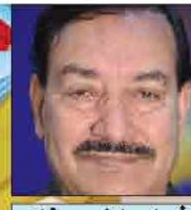

شہاب افسر خان

ایک صبح کچھ لوگ سڑک سے گزر رہے تھے۔ سامنے ایک گھر کے درخت پر پنجرا لٹکا ہوا تھا جس میں پرندہ چہچہا رہا تھا۔ اس پرندے کا مالک گھر کے سامنے ایک کرسی ڈال کر بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے سے ایک پہلوان اپنے کاندھے پر گدا لیے گزرا تو پرندے کے مالک نے اسے روک کر پوچھا 'بھئی پہلوان دیکھو یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟'' پہلوان رک گیا، اپنا گدا زمین پر رکھ دیا اور اس پرندے کی آواز کو غور سے سننے لگا۔ پہلوان نے اس پرندے کی چہچہاہٹ سنی اور کہنے لگا۔

''ارے بھائی یہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مارڈنڈ اور کر کثرت!'' وہاں سے ایک پنڈت جی لوٹا اور گھنٹی لیے مندر کی طرف جا رہے تھے۔ پرندے کے مالک نے پنڈت جی کو روکا اور ان سے کہا ''پنڈت جی سنیے تو یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ پہلوان کہتا ہے کہ مارڈنڈ اور کر کثرت! کہہ رہا ہے'' پنڈت جی نے اپنا لوٹا اور گھنٹی زمین پر رکھ کر پرندے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی آواز سننے کے بعد بولے ''نہیں جی یہ مارڈنڈ اور کر کثرت! نہیں کہہ رہا ہے یہ تو کہہ رہا ہے رام لکشمن اور دشرتھ!''

اب پہلوان اور پنڈت جی میں بحث شروع ہوگئی۔ پہلون کہے کہ یہ مارڈنڈ اور کر کثرت! کہہ رہا ہے اور پنڈت جی نے رٹ لگائی کہ یہ تو رام لکشمن اور دشرتھ بول رہا ہے۔

اب وہاں سے ایک مولوی کا گزر ہوا جو اپنے کاندھے پر رومال اور ہاتھ میں ایک تسبیح لیے ہوئے تھے تو پرندے کے مالک نے انھیں روکا اور تمام ماجرا سنایا کہ پہلون کہے کہ یہ مارڈنڈ اور کر کثرت کہہ رہا ہے اور پنڈت کی نے رٹ لگائی ہے کہ یہ تو رام لکشمن اور دشرتھ کہہ رہا ہے۔ اب آپ بتائیے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ مولوی صاحب نے اپنا رومال زمین پر رکھا اور ہاتھ میں تسبیح لیے پرندے کی جانب متوجہ ہوئے۔ پرندے کی آواز سننے کے بعد مولوی صاحب بولے۔ ''نہ تو یہ مارڈنڈ اور کر کثرت کہہ رہا ہے اور نہ یہ رام لکشمن اور دشرتھ کہہ رہا ہے بلکہ یہ تو اللہ کا نام لے رہا ہے اور کہہ رہا ہے باسط، مقسط اور مقیت''

اب یہ بحث بڑھ گئی تھی۔ پہلوان کہے مارڈنڈ اور کر کثرت، پنڈت کہے رام لکشمن اور دشرتھ اور مولوی کہے باسط، مقسط اور مقیت۔ وہاں سے ایک صاحب ریلوے اسٹیشن جا رہے تھے۔ ہاتھ میں ان کے سوٹ کیس تھا۔ پرندے کے مالک نے کہا کہ ''بھائی ٹھہرو یہ بتاؤ کہ یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ پہلوان کہے مارڈنڈ اور کر کثرت، پنڈت کہے رام لکشمن اور دشرتھ اور مولوی کہے باسط، مقسط اور مقیت، اب آپ ہی بتائیے کہ ان میں سے کون صحیح ہے؟''

مسافر نے اپنا سوٹ کیس زمین پر رکھا اور پرندے کی آواز سننے لگا اور کچھ دیر کے بعد کہنے لگا کہ ''یہ تینوں غلط ہیں۔ نہ تو یہ مارڈنڈ اور کر کثرت کہہ رہا ہے، نہ رام لکشمن اور دشرتھ اور نہ باسط، مقسط اور مقیت۔ بلکہ یہ تو ریلوے اسٹیشنوں کے نام لے رہا ہے اورنگ آباد، جالنہ اور مانوت'' ابھی یہ گھمسان ٹھہرا بھی نہیں تھا کہ وہاں سے ایک صاحب اپنی تین بیٹیوں کے ساتھ گذر رہے تھے۔ تو انھیں روکا گیا اور پورا قصہ دہرایا

گیا کہ ''پہلوان کہے کہ مارڈنڈ اور کرکشرت، پنڈت کہے رام لکشمن اور دشرتھ اور مولوی کہے، باسط، مقسط اور مقیت اور یہ صاحب کہے کہ اورنگ آباد، جالنہ اور مانوت! اب آپ ہی بتائیے کہ ان میں سے صحیح کون ہے؟''

ان صاحب نے اپنی تینوں بیٹیوں کو چبوترے پر بیٹھنے کو کہا اور پرندے کے قریب چلے گئے اور اس کی آواز سن کر واپس آئے اور کہنے لگے کہ یہ سب لوگ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ نہ تو یہ مارڈنڈ اور کرکشرت، رام لکشمن اور دشرتھ، باسط، مقسط اور مقیت، اورنگ آباد، جالنہ اور مانوت کہہ رہا ہے یہ تو میری تین بیٹیوں کے نام رقیہ، صنوبر اور جنت کہہ رہا ہے۔''

مجمع بڑھتا دیکھ کر ایک گجراتی صاحب بس اسٹینڈ جاتے ہوئے رک گئے ان کے ہاتھ میں ٹفن تھا۔ انھوں نے اپنا ٹفن زمین پر رکھ کر ماجرا جاننا چاہا۔ پرندے کے مالک نے کہا کہ ''جناب آپ ہی فیصلہ سنائیے کہ ان میں سے کون صحیح ہے؟ پہلوان کہے کہ مارڈنڈ اور کرکشرت، پنڈت کہے رام لکشمن اور دشرتھ اور مولوی کہے باسط، مقسط اور مقیت اور یہ صاحب کہے کہ اورنگ آباد، جالنہ اور مانوت اور یہ بیٹیوں کے والد کہے کہ رقیہ، صنوبر اور جنت!''

گجراتی جو احمد آباد جا رہا تھا پرندے کے بہت قریب گیا۔ پرندے نے پہلے اس کی ناک پر چونچ ماری پھر اپنی آواز نکالی۔ اس کو سننے کے بعد وہ کہنے لگا۔ ''ابادھا لوکو کھوٹا چھے! تے کہو چھے راجکوٹ، بڑوڈا اانی سورت''

وہاں گھماسان ہوگیا۔ پہلوان نے اپنا گدا اٹھایا، پنڈت نے اپنا لوٹا اور گھنٹی، مولوی صاحب نے اپنا رومال، راہگیر نے اپنا سوٹ کیس، بیٹیوں کے والد نے اپنی بیٹیوں کو سنبھالا اور گجراتی اپنا ٹفن اٹھا کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے کسی کا سر ٹوٹا تو کسی کی دھوتی پھٹی، کسی کے پیر میں چوٹ آئی تو کسی کا رومال گردن میں پھنس گیا۔ بالآخر پرندے کے مالک کو بیچ بچاؤ کرنا پڑا اور سب کو سمجھانا پڑا کہ ''یہ تو پرندہ ہے جو اپنی بولی بولتا ہے لیکن اس کی بولی کا ہر کوئی اپنے حساب سے مطلب نکالتے ہیں اور ان کے نزدیک وہی بات صحیح ہوتی ہے جو وہ بولتے ہیں اور دوسروں کی بات انھیں غلط لگتی ہے۔ اس لیے ان باتوں کو نظر انداز کر کے ہم سب کو ایک دوسرے سے مل جل کر رہنا چاہیے ورنہ اس میں سب ہی کا نقصان ہے۔''

واقعی اس لڑائی میں سب ہی کا نقصان ہوا۔ پہلوان اپنے اکھاڑے میں اپنی گدا کے ساتھ وقت پر نہیں پہنچ پایا، پنڈت مندر نہیں جا پایا کیونکہ اس کا پیر ٹوٹ چکا تھا، مولوی صاحب وقت پر مسجد نہیں جا پائے اس لیے ان کی نماز قضا ہوگئی، اسٹیشن جانے والے مسافر کی ٹرین چھوٹ گئی، بیٹیوں کے والد کی بیٹیاں رونا شروع کر چکی تھیں اور گجراتی کا ٹفن کھل چکا تھا اور اس میں کا کھمن ڈھوکلا زمین پر گر چکا تھا جسے کتے کھا رہے تھے اور وہ بس اسٹیشن جب پہنچا تو اس کی احمد آباد کی بس نکل چکی تھی۔

اس کہانی سے ہم نے کیا سبق سیکھا؟ کہ بے سر پیر کی چیزوں پر دھیان دے کر لڑنے سے کسی کا بھلا نہیں ہوتا۔ سب ہی کو گھاٹا ہوتا ہے اس لیے سمجھداری اسی میں ہے کہ چیزوں کو سمجھیں اور سمجھنے کے بعد ہی اپنی رائے قائم کریں۔

جن کا مسلک ہو روشنی کا سفر
وہ چراغوں کو کیوں بجھائیں گے

■

Dr. Shahabuddin Afsar Khan
House No.: 4-11-43/766, Roshan Gage
Karim Colony
Aurangabad- 431001 (Maharashtra)
Mob.: 738703188

پرویز شہریار

ٹارگیٹ

میرے دو عزیز دوست تھے، ارشد اور امجد۔ اُن دو سگے بھائیوں سے میری اچھی دوستی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ میرے ہم جماعت تھے۔ اس کے علاوہ ہم سب ایک ہی محلے بارہ دواری میں رہتے تھے اور ایک ہی اسکول یعنی ٹاٹا جمشید پور کے مرکز میں واقع کاشی ڈیہہ مڈل اسکول میں پڑھتے تھے۔

ہمارے محلّے میں ایک اسپورٹس کلب تھا۔ اس کی سالانہ تقریب میں جب مختلف طرح کے کھیل کود کے مقابلے ہوئے تو ان میں سے ایک لانگ جمپ کا مقابلہ بھی ہوا۔

ہم پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔ کم سنی کی وجہ سے ہم سب اس مقابلے میں حصّہ نہیں لے سکتے تھے۔ لیکن ہمیں اس کھیل کود سے اس لیے دلچسپی ہوگئی تھی کہ ارشد اور امجد کے بڑے بھائی اجمل خان نے اس میں حصّہ لیا تھا۔ ہم بڑے شوق سے سارے تماش بین کے ساتھ کھڑے اس مقابلے کے ہر ایک کھلاڑی کو جمپ کرتا دیکھ رہے تھے۔ جمپ کے تیسرے راؤنڈ کے بعد فائنل میں میرے دوستوں کے بھائی اجمل خان بھی پہنچ گئے تھے۔

اس مقابلے کی تیاری کے لیے ایک کھلے میدان میں چالیس مربع فٹ کا گڑھا کھودا گیا تھا۔ اس کے بعد، اسے نرم اور بھربھری مٹی سے بھر دیا گیا تھا تاکہ اس پر کھلاڑی دوڑ سے دوڑتے ہوئے آکر کودیں تو انھیں چوٹ نہ لگے۔ اس کھیل میں شرکت کرنے والا ہر کھلاڑی چند میٹر کی دوری سے دوڑتا ہوا آتا اور اس بھربھری مٹی کے اوپر ایک لمبی چھلانگ لگاتا۔ جہاں پر اس کے قدم پڑتے اس جگہ پر اس کھلاڑی کے نمبر کا کارڈ لگا دیا جاتا تھا۔

یہ کھیل خطرناک بھی تھا۔ اس میں ذرا سی غفلت ہونے پر چوٹ بھی لگ سکتی تھی۔ اس میں اپنے جسم کے توازن کو برقرار رکھنا بہت ضروری تھا۔ ذرا سی بھی چوک ہونے پر ہاتھ کی کلائی، کہنی یا کلھے کی ہڈی میں چوٹ لگ سکتی تھی۔

جس کھلاڑی کو چوٹ لگ جاتی وہ اس کھیل سے باہر کر دیا جاتا تھا۔ میرے دوستوں کے بھائی اجمل خان کا فائنل راؤنڈ میں آجانا ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات تھی۔ ہماری امیدیں بڑھ گئی تھیں۔ ہم بہت شوق سے اس کھیل سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ جب اجمل خان کی باری آئی تو ہم جوش سے چلا رہے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ لیکن اچانک، ہمارے جذبے اُس لمحے سرد پڑ گئے جب اجمل خان اپنے ٹارگیٹ سے چوتھے نمبر پر آ کر رہ گئے اور انھیں کوئی پوزیشن نہیں ملی۔

ہم سب ایک دم سکتہ میں آ گئے تھے۔ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب ہم کیا کریں۔

تب ہی اجمل خان نے آکر ہمیں گلے سے لگا لیا اور کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔ کھیل میں ہار جیت تو ہوتی ہی رہتی ہے۔'' انھوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کے روہانسے چہروں کی طرف دیکھ کے دلاسہ دیتے ہوئے کہا:

''اس بار نہ سہی، اگلی بار اوّل پوزیشن لاکر ہی دم لوں گا۔'' یہ بات ان کے دل سے نکلی تھی اور کہتے ہیں نہ کہ۔

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اجمل خان نے دل سے ہار نہیں مانی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ''من کے جیتے جیت، من کے ہارے ہار۔'' انھوں نے اپنا دل چھوٹا نہیں کیا تھا بلکہ اسے ایک چنوتی کے طور پر تسلیم کر لیا تھا۔

اجمل خان نے اسی دن سے اپنے مکان کے بغل والے احاطے میں بیلچہ اور کدال لے کر چالیس مربع فِٹ زمین پر کھدائی کا کام شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے، ایک ہفتے میں جمپنگ گراؤنڈ تیار ہو گیا۔

اب کیا تھا۔ ہم سبھی اس کھیل میں حصہ لینے لگے۔ اس بھربھری مٹی پر کبھی کبڈی اور کبھی کشتی بھی کھیلی جانے لگی۔ پھر تو ہم سب کا جیسے روزانہ کا معمول بن گیا، اسکول سے آنے کے بعد ہم شام کے وقت اس اکھاڑے میں جاکر لانگ جمپ کرتے، اسی پر کبڈی اور کشتی بھی کھیل لیا کرتے تھے۔ سردی، گرمی اور برسات ہر موسم میں اجمل خان نے اپنے پسینے بہائے تھے۔ اپنی محنت اور لگن میں کوئی کمی نہیں ہونے دی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے، ایک سال کا عرصہ بیت گیا اور اسپورٹس کلب کی مقابلہ جاتی تقریب کا اعلان بھی ہو گیا۔

اس بار ہمیں پورا یقین تھا کہ میرے دوست ارشد اور امجد کے بڑے بھائی اجمل خان کی ہی جیت ہو گی۔

کہتے ہیں'' اگر تم کسی چیز کو شدت سے چاہو تو پوری کائنات اس چیز کو تمھیں دلانے میں مدد کرتی ہے۔''

اب تو ہر شخص کی زبان پر ایک ہی بات تھی۔ پورے شہر میں اجمل خان کے ٹکر کا کوئی بندہ نہیں ہے۔ اس لیے جیت اجمل خان کی ہی ہو گی۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی مقابلہ اپنے وقت پر شروع ہو گیا تھا۔ ہم سب بڑے جوش اور امنگ کے ساتھ لانگ جمپ کا کھیل دیکھ رہے تھے۔

آج اجمل کو سال بھر کی کڑی محنت کا پھل ملنے والا تھا۔ سب لوگ بڑے تجسس کے ساتھ اس مقابلے کا انجام دیکھنا چاہتے تھے۔ ہم سب اپنی سانسیں روکے دل میں یہی دعا کر رہے تھے کہ کوئی انہونی نہ ہو جائے۔ کیونکہ بازی کبھی بھی پلٹ سکتی تھی۔ اجمل خان کی کامیابی کے لیے کیا بوڑھے، کیا بچے، اور کیا جوان سبھی دعا کر رہے تھے۔ کہتے ہیں نہ کہ ''ہمتِ مرداں، مددِ خدا''

آج اجمل خان نے شروع سے بڑھت بنا رکھی تھی۔

لیکن تیسرے راؤنڈ تک آتے آتے اچانک اجمل خان

کی کہنی میں چوٹ لگ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

دراصل کودتے وقت اجمل خان کا توازن بگڑ گیا اور وہ ہاتھ کے بل زمین پر گر پڑے۔ ہاتھ میں چوٹ اتنی شدید لگی تھی کہ وہ درد سے بلبلا اُٹھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے، تماش بین کی بھیڑ نے ان کو از راہِ ہمدردی چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سب دل ہی دل میں ان کے ٹھیک ہو جانے کی دعا کر رہے تھے۔ انھیں ایک طرف بٹھا دیا گیا۔ لیکن وہ لمبے لیٹ گئے۔ ان کی کہنی پر برف کی چھوٹی سی تھیلی باندھ دی گئی۔

لوگوں میں چہ میگویاں شروع ہو گئیں۔ ہر کوئی تاسف سے کہہ رہا تھا۔ کسی کی نظر لگ گئی۔ اب وہ آگے نہیں کھیل پائیں گے۔ ابھی اس طرح کی اٹکل بازی چل ہی رہی تھی کہ سبھوں نے دیکھا۔ ریفری نے اجمل خان کی باری کا اعلان کر دیا۔

یہ لمحہ اجمل خان کی زندگی کا سب سے مشکل ترین لمحہ ثابت ہوا۔ پہلے تو اجمل خان ایک پل کے لیے کشمکش میں پڑ گئے۔ لیکن دوسرے ہی پل انھوں نے دل میں ٹھان لیا۔ اب آر یا پار کی جنگ لڑنی ہے۔ ادھر ریفری نے جوں ہی تیسری اور آخری بار ان کے نام کا اعلان کیا، اجمل خان پکا ارادہ کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی وہاں موجود تماش بین کی بھیڑ میں ایک بار پھر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

اجمل خان نے برف کی تھیلی ایک طرف پھینکی اور بڑی پھرتی کے ساتھ میدان میں کود پڑے۔ اس بار تو ان کا تیور کچھ دیکھتے ہی بنتا تھا۔ وہ کسی چیتے کی طرح دُور سے دوڑتے ہوئے آئے اور لمبی چھلانگ لگا دی۔ چھلانگ بھرتے وقت وہ ہوا میں کِک لگا رہے تھے۔ تبھی لوگوں کی حیرت اور خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ فائنل راؤنڈ میں اجمل خان نے سولہ فٹ کی لمبی جمپ لگا کر اپنا ٹارگیٹ پورا کر لیا تھا۔ لوگ مارے خوشی کے ہوا میں اپنی ٹوپیاں اچھالنے لگے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، اس وقت بہت دیر تک فضا میں اجمل خان کی جیت کے نعرے لگتے رہے تھے۔

ہم سب دوست بہت خوش تھے۔ کیونکہ میرے دوست ارشد اور امجد کے بڑے بھائی نے اپنی خود اعتمادی اور لگاتار محنت کی بدولت اوّل پوزیشن حاصل کر کے سب کو چونکا دیا۔

انعام کی تقسیم کے وقت، جج نے بڑی سی ٹرافی دیتے ہوئے اجمل خان سے پوچھا۔ ”آپ کی اس شاندار کامیابی کا راز کیا ہے؟“

تب اجمل خان نے بڑی خود اعتمادی کے ساتھ کہا:

"Practice makes a man perfect."

تالیوں کی گڑگڑاہٹ کے ساتھ اجمل خان کے اس قول کا خیر مقدم کیا گیا۔ ہم سب بہت جوش اور امنگ سے بھرے اجمل خان کی جیت پر نعرے لگا رہے تھے۔ ہمیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ مقابلہ صرف اجمل خان نے نہیں جیتا ہے بلکہ ہم سب نے مل کے جیت لیا ہے، کیونکہ اس مہم میں ہم سب نے مل جل کر اس ٹارگیٹ کو پورا کیا تھا۔

سچ ہے، کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کے لیے ٹارگیٹ کا ہونا ضروری ہے۔

پیارے بچو! زندگی میں آپ کا ٹارگیٹ کیا ہے؟

(کوائف ستمبر 2021کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Dr. Perwaiz Shaharyar
Holding No. 6/234-A, Flat No. 201
Akhtar Manzil, Ghaffar Manzil
Jamia Nagar, New Delhi-110025
Mob: 9910782964
E-mail: drspahmad@gmail.com

ننھی چڑیا

محمد عرفان

آج موسم بہت سہانا تھا۔ مغرب کی طرف سے تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ موسم ایک دم صاف تھا۔ پورا آسمان لال پیلی پتنگوں سے بھرا ہوا تھا۔ سب لوگ اپنی اپنی چھتوں پر پتنگ اڑا رہے تھے، اور ایک دوسرے کی پتنگ کاٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ ردا اور نعمان بھی اپنے چاچا کو پتنگ اڑاتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا وہ خود بھی آسمان کی سیر کر رہے ہوں اور دونوں اچھل اچھل کر شور مچا رہے تھے۔ شور وغل سن کر ردا اور نعمان کے دادا جی بھی دھیرے دھیرے چھت پر آگئے... انھوں نے دیکھا پتنگوں سے پورا آسمان بھر گیا تھا۔ نیلا آسمان بہت خوبصورت لگ رہا تھا، لیکن اس میں کچھ کمی سی لگ رہی تھی۔ وہ تھی خوبصورت چڑیوں کی، کیونکہ آسمان میں چاروں طرف پھیلے دھاگوں کے جال میں ان کا اُڑنا مشکل ہو گیا تھا۔ آس پاس کھڑے Mobile tower جس کے Radiation سے چڑیوں اور تتلیوں کے بچے مر جاتے یا ان کے انڈے برباد ہو جاتے ہیں۔

دادا ماضی کی یادوں میں کھو گئے...

جب ہر شام چڑیوں کی چہچہاہٹ سے پورے ماحول میں ایک موسیقی بکھر جاتی تھی۔

گوریا گھروں میں گھونسلا بنا کے رہتی اور دن بھر گوریا اور اس کے بچوں کی چوں چوں سے پورے گھر کا ماحول خوشگوار بنا رہتا لیکن وقت کے ساتھ سب کچھ بدل گیا...

ترقی کی اس دوڑ میں، ہم انسان مطلبی ہو گئے ہیں۔

ہم مطلبی انسان اپنے مطلب اور خوشی کے لیے چرند، پرند اور جانوروں کے گھروں کو ان سے چھینتے جا رہے ہیں۔

چڑیوں سے ان کا آسمان، جانوروں سے ان کا جنگل اور سمندر میں کچرا پھینک کر مچھلیوں سے ان کے رہنے کی جگہ کو برباد کر رہے ہیں۔!

ردا اور نعمان نے دادا کو زور سے ہلایا۔ دادا... دادا... آپ کہاں کھو گئے۔؟

ہم آپ کو کب سے بلا رہے ہیں...!

دادا ایک دم ماضی سے باہر آ گئے۔

دادا نے فوراً ردا اور نعمان کے چاچا حامد سے کہا، بیٹا یہ خطرناک چائنیز مانجھے سے پتنگ مت اُڑایا کرو۔ اس سے پرندوں، یہاں تک کہ انسانوں کے گلے کٹنے کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔

حامد نے فوراً اپنے ابو کی بات مان لی، لیکن اس کو پوری طرح یقین نہیں ہو رہا تھا۔

تب نیچے سے امی جان کی آواز آئی۔ سبھی لوگ دن بھر پتنگ ہی اُڑاتے رہو گے یا پھر کھانا بھی کھاؤ گے۔

ردا اور نعمان جب دیر تک پتنگ اڑا چکے تو اپنے دادا کا ہاتھ پکڑ کر دھیرے دھیرے سیڑھیوں سے نیچے اتر آئے۔

امی نے کہا۔ ہاتھ منھ صابن سے دھو لو اور کھانا کھا لو۔

آج امی نے ان کی پسند کی مٹھائی بنائی تھی۔ دونوں نے خوب کھایا لیکن آج اسکول کی چھٹی ہونے کی وجہ سے ان کا پورا دھیان کھیلنے پر ہی لگا ہوا تھا۔ کھانا کھا کر وہ فوراً میدان

میں کھیلنے نکل گئے۔

ردا اور نعمان کے گھر کے پاس ہی ایک پارک تھا، جس میں وہ کھیلنے کے لیے چلے گئے۔ دونوں کو باہر کھیلنا بہت زیادہ پسند تھا۔ ان کو صرف ٹی وی اور موبائل گیم کھیلنا پسند نہیں تھا۔

دونوں نے پارک میں پہنچتے ہی دیکھا کہ وشنو اور موہنی بھی ہیں۔ وہ نعمان اور ردا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔

ردا گھر سے موہنی کے لیے مٹھائی لے کر آئی تھی۔ موہنی بھی گھر سے ردا کے لیے چاکلیٹ لے کر آئی تھی۔ سب نے فیصلہ کیا پہلے کھیلیں گے پھر سارا کھانا اور چاکلیٹ وغیرہ کھائیں گے۔ سب مل کر طرح طرح کے کھیل کھیل رہے تھے ،کبھی شیر بندر کا کھیل ،کبھی پکڑم پکڑائی تو کبھی کھو کھو۔ سب کو خوب مزہ آرہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سب کو بھوک لگ گئی ۔ چاروں دوستوں نے مل کر کھانا کھایا لیکن کھانا کھانے کے بعد ردا کو پیاس لگی۔ ارے...! ہم تو پانی لانا ہی بھول گئے، سب اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے کہ وشنو کے پاپا پانی لے کر کھڑے تھے، ردا اور نعمان نے انکل کو آداب کیا۔ وشنو کے پاپا نے سب کو گلاس میں پانی بھر کر دیا اور سب پانی پی کر پھر کھیلنے لگے، سب کھیل ہی رہے تھے کہ ان کی نظر ایک ننھی چڑیا پر پڑی۔ اس کے پنکھوں سے خون بہہ رہا تھا اور ننھی چڑیا اپنے پنکھ پھڑ پھڑا رہی تھی۔ نعمان اور ردا سے یہ دیکھا نہ گیا۔ ردا نے بڑے پیار سے ننھی چڑیا کو ہاتھ میں اٹھا لیا اور دوڑتے ہوئے گھر لے آئی۔ سب سے پہلے ننھی چڑیا کو پانی پلایا اس کے بعد نعمان دوڑتا ہوا گیا اور اپنے چاچا کو بلا کر لے آیا۔ چاچا نے ننھی چڑیا کو غور سے دیکھا اس کے پنکھوں میں چوٹ لگی ہوئی تھی۔ چاچا نے ننھی چڑیا کے زخم کو صاف کیا اور اس پر پٹی باندھی۔ اب ننھی چڑیا کو ذرا آرام ملا۔

ردا نے ننھی چڑیا سے بڑے پیار سے کہا۔

''چڑیا تم کو یہ چوٹ کیسے لگی۔؟''

چڑیا ڈر رہی تھی لیکن ردا نے ایک بار پھر سوال کیا۔ چڑیا رانی تم ڈرو مت مجھ سے بتاؤ۔ یہ چوٹ کیسے لگی۔؟

تب ننھی چڑیا نے ڈرتے ہوئے کہا۔ تم انسان لوگ مانجھے والی پتنگ اڑاتے ہو۔ اس کی وجہ سے مجھے چوٹ لگی۔ یہ مانجھے ہمارے پنکھوں میں پھنس جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے ہمارے پر کٹ جاتے ہیں۔ اور اس میں پھنس کر ہم نیچے گر جاتے ہیں۔ جس سے ہم لوگوں کو بہت چوٹ آتی ہے۔

ننھی چڑیا کی بات سن کر ردا اور نعمان کو بہت دکھ ہوا اور دونوں نے مل کر اپنے چچا سے کہا۔ چاچو اب آج کے بعد ہم خطرناک مانجھے والی پتنگ نہیں آڑائیں گے اور آس پاس کے لوگوں کو بھی منع کریں گے۔ دونوں نے مل کر پورے محلے کو چڑیا کی پریشانی بتائی۔ سارے محلے والے چڑیا کی بات مان گئے۔ ادھر دھیرے دھیرے ننھی چڑیا بھی ٹھیک ہو رہی تھی ۔نعمان اور ردا اس کی بڑی دیکھ بھال کر رہے تھے اور اس کے لیے ایک چھوٹا سا گھر بھی بنا دیا تھا۔ دونوں دن رات اس کی سیوا میں لگے ہوئے تھے۔ کبھی اس کو کھانا دیتے کبھی پانی دیتے۔ اور وقت پر اس کو دوائی بھی لگاتے۔ وقت کے ساتھ ننھی چڑیا ٹھیک ہوگئی۔ تو ردا اور نعمان مل کر ننھی چڑیا کو باہر لے کر گئے ،اور ننھی چڑیا اڑ کر اپنے امی ابو کے پاس چلی گئی۔

■

Dr. Mohammad Irfan
11/3,Gali No.:6, Sangam Vihar
Wazirabad
Delhi- 110084
Mob.: 9205305474

سحر اسعد

غصہ مت کرو

ایک چھوٹے مگر خوبصورت سے سجے گھر کے آنگن میں دو لڑکیاں بیٹھی ڈرائنگ بنا رہی تھیں۔ مشعل نے اپنی ڈرائنگ مکمل کی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ منال نے بغور اس کی پینٹنگ دیکھی پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگی۔

''ہاہاہا..ایک دروازہ اتنا چھوٹا اور ایک اتنا بڑا۔''

مشعل حسب عادت فوراً آگ بگولا ہو گئی۔ ''ہاں جیسے تم بہت اچھا بنا لیتی ہو۔ جب خود بنانا نہیں آتا تو تنقید بھی مت کرو۔'' سخت غصے میں آکر تیز تیز چلتی وہ اپنے کمرے میں آگئی اور دھڑ سے دروازہ بند کر دیا۔

منال حیران ہو کر رہ گئی۔ ایسے ہی مذاق کے طور پر کہی ہوئی باتوں کو وہ سنجیدگی سے لے لیتی تھی اور ہائپر ہو جاتی تھی۔ منال اگر اسے سمجھانے کی کوشش کرتی تو الٹا اسے ڈانٹ دیتی۔

''چھوٹی ہو تو چھوٹی بن کر رہو، میرے معاملے میں تمہیں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں۔'' منال اس صورت حال سے بہت پریشان تھی۔ آخر کار اس نے اس کا ایک حل نکال لیا۔

***

یہ نومبر کے اواخر تھے۔ موسم میں خنکی دھیرے دھیرے بڑھتی جا رہی تھی۔ آج چونکہ جمعرات کا دن تھا اور کل چھٹی تھی تو دونوں نے تایا جان کے گھر جانے کا پلان بنایا۔ اسکول سے آنے کے بعد دونوں تھوڑی دیر سو گئی تھیں پھر عصر بعد جلدی جلدی تیار ہونے لگیں۔ منال نے موسم کو دیکھتے ہوئے ایک اسٹال سر پر لپیٹ لیا تھا اور مشعل کو بھی لینے کا مشورہ دیا۔ حسب عادت مشعل نے اس کے مشورے کو رد کر دیا۔ منال خاموش رہی پھر دونوں گھر سے نکل کر رکشے میں بیٹھ گئیں۔ منال آنے

والی صورت حال کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس کے ذہن میں یہ بات بھی آئی کہ وہ جب مشعل کو کوئی مشورہ دیتی ہے تو شاید اسے حکم پر محمول کرتی ہے اور اپنے سے چھوٹوں کی بات ماننا اس کے نزدیک بے عزتی کی بات ہے۔ وہ ان ہی سوچوں میں گم تھی کہ تایا جان کا گھر آ گیا۔ مشعل نے تائی جان کو سلام کر کے اندر حبا کے کمرے کا رخ کیا۔ حبا تایا جان کی اکلوتی بیٹی تھی، وہ مشعل ہی کے کلاس میں پڑھتی تھی اور دونوں میں دوستی بھی خوب تھی۔ منال اس کے ساتھ اندر نہ جا کر باہر ہی لاؤنج میں تائی جان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اور ان کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کرنے لگی۔

جبکہ اندر مشعل اور حبا باتیں کر رہی تھیں۔

''کل تو میں اسکول نہیں گئی تھی، لیکن روحا بتا رہی تھی کہ تمھارا اور عنایہ کا اچھا خاصا جھگڑا ہوا تھا۔'' حبا نے سیب کی پھانک منہ میں رکھتے ہوئے مشعل سے پوچھا۔

مشعل کے ماتھے پہ بل نمودار ہونے لگے۔ وہ تھوڑی دیر بعد بولی ''کچھ نہیں یار، تم جانتی ہو نا. عنایہ کتنی بدتمیز لڑکی ہے۔ میڈم کے سامنے میری کاپی پہ ریمارکس دینے لگی جیسے اس کی رائٹنگ کتنی اچھی ہے۔ میں نے اسے کھری کھری سنا دی۔ تم تو جانتی ہو کہ مجھ سے غصہ برداشت نہیں ہوتا۔ میری آواز تیز ہو گئی تھی تو میڈم نے بھی ڈانٹا۔ حالانکہ غلطی تو میری نہ تھی۔ میڈم کے جانے کے بعد میں نے اسے ڈانٹا، پھر بات بڑھ گئی۔'' وہ دھیرے دھیرے ساری بات بتاتی گئی۔ انداز میں غصہ جھلک رہا تھا۔

''ہوں...'' حبا نے ہولے سے سر ہلایا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم لگتی تھی۔ ''ایک بات تو بتاؤ مشی! میڈم نے تمھیں کس وجہ سے ڈانٹا؟''

''بس جب وہ میں عنایہ پہ غصہ کر رہی تھی تو میری آواز تیز ہو گئی۔ اس وجہ سے۔'' اب کی بار اس کے لہجے میں تھوڑی سی شرمندگی تھی۔

''اچھا، یعنی اصل غلطی تو عنایہ کی تھی، اس نے تمہارا مذاق اڑایا۔ اور ڈانٹ تمھیں سننی پڑی۔ ہے نا؟'' ''ہاں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو پھر ایسا کیوں ہوا؟ جانتی ہو..؟ صرف تمھارے غصے کی وجہ سے اور پتہ ہے جب ہم غصہ کرتے ہیں تو درحقیقت دوسروں کی غلطیوں کا انتقام خود سے لیتے ہیں۔''

''لیکن میں کیا کروں حبا! مجھ سے جب کوئی غلط بات کہتا ہے تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔'' وہ بے بسی سے بولی۔

حبا نے اسے ایک نظر غور سے دیکھا پھر دھیرے دھیرے بولنے لگی: ''دیکھو مشی! مثال کے طور پر عنایہ نے تم پر ریمارکس کسے۔ پہلے تو تم یہ سوچو کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہے؟ حبا تھوڑا رکی، مشعل دم سادھے اسے سن رہی تھی۔ تمھاری ساری چیزیں صاف ستھری اور سلیقے سے رکھی ہوتی ہیں۔ جس سے اس کے دل میں حسد پیدا ہو گیا۔ سو جب اس نے تمھاری کاپی میں تھوڑا غلط لکھا دیکھا تو فوراً ریمارکس دیا۔ چوں کہ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ اس کو تھوڑا سا چھیڑو تو بھڑک اٹھے گی۔ اس لیے اس نے تمھاری کمزوری کا استعمال کیا۔ جانتی ہو مشی، اپنی کمزوری کسی پر ظاہر نہیں کرتے، لوگ اسے آپ کے خلاف خوب استعمال کرتے ہیں اور تمھاری کمزوری یہ ہے کہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر فوراً خفا ہو جاتی ہو۔''

''ہوں''، اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور اب وہ گہری سوچ میں گم ہو گئی۔ اس کے بعد حبا نے دوسری باتیں چھیڑ دیں۔ پھر اسے سوچوں میں مگن دیکھ کر کمرے سے باہر نکل آئی اور لاؤنج میں منال کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''دیکھو منال! میں نے اسے سمجھایا تو ہے، لیکن تمھاری

بھی ذمے داری ہے کہ جن چیزوں سے وہ چڑھتی ہے وہ کام نہ کیا کرو۔ ایسی باتوں سے پرہیز کرو جن سے اس کا پارہ ہائی ہوجاتا ہے۔"

"جی آپی میں کوشش تو کرتی ہوں۔ لیکن میری ایک ہی بہن ہے اس سے نہ جھگڑوں تو مزہ نہیں آتا۔" وہ شرارت سے ہنس دی۔ جواباً حبا بھی ہنس دی۔

"ہاں بات اگر صرف یہیں رہتی تو ٹھیک تھی، لیکن حبا آپی مجھ سے بدگمان رہتی ہیں۔ جیسے اگر کبھی امی مشعل کو ڈانٹتی ہیں تو اسے لگتا ہے کہ میں نے ہی امی کو بھڑکایا ہے۔"

"اوہ۔" حبا نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔ شاید وہ آگے کے لائحہ عمل کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اگلے دن اسکول سے واپسی پر اس نے مشعل سے پوچھا۔ "مشی، یہ منال کا کیا قصہ ہے۔ تم آج اس سے اتنا روڈ کیوں تھی؟" منال ان سے کئی قدم پیچھے تھی۔ "کیا بتاؤں حبا! یہ منال کی بچی.." اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں۔ "ہمہ وقت امی کو میرے خلاف بھڑکاتی رہتی ہے، اور امی مجھے ڈانتی ہیں۔"

"تمھارے خیال میں اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ کیوں کرتی ہے وہ ایسا؟ کیا جلتی ہے وہ تم سے؟" اس نے گردن موڑ کر مشعل کے تاثرات جانچے۔ جو تذبذب میں پڑ گئی تھی۔ "نہیں، لیکن وہ مجھ سے کیوں جلے گی۔ ہاں شاید۔ وہ مجھے امی کی نظروں سے گرانا چاہتی ہے۔" وہ سوچ سوچ کر بول رہی تھی۔ حبا نے افسوس سے اسے دیکھا۔ "بہت افسوس ہے مشی، تم اپنی سگی بہن کے بارے میں جب ایسا سوچتی ہو تو کسی دوسرے پر کیا اعتبار کرو گی۔ کیا وہ تمھاری دشمن ہے جو ایسا کرے گی۔" اس نے افسوس سے سر ہلایا۔ مشعل شرمندہ ہوگئی۔ "ویسے

مشی! تم مجھے بتا سکتی ہو آج کیا ہوا تھا۔'' حبا نے دوستانہ رویے میں پوچھا۔''وہ..''اس نے رک رک کر بولنا شروع کیا۔''دراصل کل صبح امی کے کہنے پر میں نے کچن کی خوب اچھی طرح صفائی کی، پھر آ کر کمرے میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد امی نے مجھے بلایا اور کچن دکھایا، فرش پر آٹا گرا ہوا تھا۔ مجھے ڈانٹنے لگیں کہ میں نے کیسے صفائی کی ہے۔ اور حبا! مجھے پورا یقین ہے یہ منال کی کارستانی ہے۔''

''ہوں! تو تمھارے مطابق منال نے تمھارے ذریعے صاف کیے گئے کچن کو آٹا گرا کر گندا کر دیا، صرف اس لیے تاکہ تمھیں امی سے ڈانٹ پڑے، اور تم ان کی نظروں میں کمتر ہو جاؤ غیرہ وغیرہ۔'' حبا نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

''لیکن حبا! آخر وہاں آٹا کون گرا سکتا ہے۔ جبکہ گھر میں صرف میں، امی اور منال ہی تھے۔'' وہ روہانسی ہو کر بولی۔ حبا نے افسوس سے سر ہلایا۔''مسئلہ یہ ہے مشعل! کہ تم نے اپنے دماغ میں یہ بات بٹھا لی ہے کہ منال تمھاری دشمن ہے۔ اور مشعل یہ بدگمانیاں ہمارے رشتوں کی خوبصورتیوں کو کھا جاتی ہیں۔ تم ہر چیز کو صرف منفی رخ سے کیوں دیکھتی ہو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ منال سے غلطی سے آٹا گر گیا ہو اور وہ اسے صاف کرنا بھول گئی ہو یا پھر تمھیں ہی صفائی کرتے وقت وہ گندگی نہ دکھائی دی۔ دیکھو مشعل! یہ بھائی بہن تو قدرت کا انمول تحفہ ہیں۔ ان سے تھوڑی بہت کھٹ پھٹ تو ہوتی رہتی ہے، لیکن اس کو جلن اور دشمنی کا نام دینا سراسر بے وقوفی ہے۔ بہنوں سے نوک جھوک، پیار بھری لڑائیوں سے یوں بدگمان نہیں ہوتے۔ تمھیں تو شکر گزار ہونا چاہیے کہ تمھارے پاس بہن جیسا خوبصورت رشتہ ہے جس سے تم اپنی باتیں شیئر کر سکتی ہو، ایک دوسرے کے کام میں مدد کرتی ہو۔ مجھے دیکھو بھائی بہنوں کے پیارے رشتوں سے محروم ہوں۔ مجھ سے پوچھو رشتوں کی قدر، منال کی طرف سے بدگمان نہ ہوا کرو، وہ تم سے بہت پیار کرتی ہے، تمھاری کیئر کرتی ہے، تمھارے درشت رویے سے اداس رہتی ہے۔ اور سچ پوچھو تو مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم بھی اسے چاہتی ہو۔ لیکن بدگمانیوں نے تمھاری چاہت کو دھندلا دیا ہے۔'' وہ بولتے بولتے تھک گئی۔

مشعل نے ایک لمحے کو اسے دیکھا پھر گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

''سچ پوچھو تو حبا! تمھاری باتیں میرے دل کو لگ گئی ہیں۔ تم دیکھنا یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ میں آئندہ اپنے غصے پر کنٹرول کرنا سیکھوں گی۔ واقعی غصہ بہت بری چیز ہے، دوسروں کی خاطر خود جلنا کڑھنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے اور واقعی تم نے سچ کہا مجھے منال سے بہت محبت ہے، اور کیوں نہ ہو وہ میری اتنی پیاری سی چھوٹی سی بہن ہے۔'' وہ مسکرا رہی تھی۔ بدگمانیوں کی عینک نظروں سے ہٹی تو سب کچھ صاف صاف نظر آنے لگا تھا۔ حبا نے پیچھے مڑ کر منال کو دیکھا اور آواز دی۔ ''اے منال! اتنا دھیرے کیوں چل رہی ہو، پیروں میں جان نہیں ہے کیا۔'' اور منال نے سامنے دیکھا۔ مشی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ دونوں ہی دل میں حبا کی شکر گزار تھیں جس نے انتہائی سمجھداری سے معاملے کا حل نکال لیا تھا۔ اب تینوں کا رخ تایا جان کے گھر کی طرف تھا جہاں تائی جان ان کے لیے انواع واقسام کے کھانے تیار کیے ان کی آمد کی منتظر بیٹھی تھیں۔

■

Sahar Asad D/O Asad Aazmi
B-18/1G Reori Talab
Varanasi- 221010 (UP)
Mob.: 9044750342

رومانہ عفت راھی

کہانی

نیا عزم، نئی روشنی

برسات کے موسم کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ ایک خوبصورت سا سنڈے تھا۔ موسم خاصا حسین ہو رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ آسمان پہ اودے، نیلے بادلوں نے اپنا ڈیرہ جما لیا تھا اور کسی بھی وقت برسنے کو تیار نظر آ رہے تھے... شیبان سنڈے مارکیٹ چلا آیا تھا... اسے اپنے اسکول کا کچھ سامان لینا تھا۔ مارکیٹ میں اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ شیبان نے جیسے تیسے کر کے اپنا مطلوبہ سامان خریدا اور آگے بڑھا تو اسے ایک صاحب کا والٹ زمین پہ گرتا ہوا دکھائی دیا اور وہ صاحب آگے بڑھ گئے تھے۔ شیبان نے جلدی سے زمین پر گرا ہوا والٹ اٹھایا اور ان صاحب کے پاس جا پہنچا۔

رکیے سر، یہ آپ کا والٹ نیچے گر گیا تھا۔ شیبان والٹ انھیں دیتے ہوئے بولا تو انھوں نے اپنے جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا، جہاں والٹ نہیں تھا اور پھر انھوں نے شیبان سے والٹ لے کر دیکھا تو وہ انھیں کا والٹ تھا۔

بہت شکریہ بیٹا! اس میں میرے بہت امپورٹنٹ کارڈ تھے۔ بیٹا آپ چاہتے تو آپ میرا والٹ رکھ بھی سکتے تھے، لیکن آپ نے جس طرح میرا والٹ مجھے واپس ن کیا ہے اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں... یہ لیجیے آپ کا انعام۔ انھوں نے 1000 کے دو نوٹ اسے دینا چاہیے۔

شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے سر اور میں نے پیسوں کے لیے آپ کی مدد نہیں کی ہے۔ میری نیکی کا بدلہ مجھے میرا اللہ دے گا... شیبان نے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ گیا جب کہ وہ اس نیک دل لڑکے کو جاتا ہوا دیکھتے رہ گئے۔ شیبان ابھی روڈ کراس کر ہی رہا تھا کہ اسے لوگوں کا ہجوم نظر آیا، وہ ہجوم کے پاس چلا آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک لڑکا زمین پر زخمی حالت میں بے ہوش پڑا ہے، اس نے قریب جا کر اس لڑکے کو دیکھا تو وہ اس کا کلاس میٹ فوزان ملک تھا۔

کتنے بے حس ہیں آپ لوگ ایک زخمی لڑکے کو اسپتال لے کر نہیں جا سکتے...؟ شیبان وہاں کھڑے لوگوں کو چلاتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ لڑکا نشے کی حالت میں تھا اور کار سے ٹکرا گیا ہے... نہایت ہی بگڑا ہوا لگتا ہے۔ بھیڑ میں سے کوئی شخص بولا تھا۔

اس کی ذات پہ بعد میں تبصرہ کرنا، پہلے آپ لوگ میری مدد کیجیے، اسے ہسپتال لے جانا ہے۔ پھر دو لوگوں کی مدد سے شیبان، فوزان کو کار میں ڈال کر ہسپتال لے آیا اور اس کا علاج شروع ہو گیا۔ فوزان کو سر پہ جہاں چوٹ لگی تھی اس پہ بینڈیج کر دی گئی اور ڈرپ شروع ہو گئی، کچھ دیر بعد فوزان کو جب ہوش آیا تو اس نے خود کو ہسپتال میں پایا، اس کے پاس شیبان تھا، فوزان کو گزرا ہوا منظر یاد آنے لگا جب وہ نشے میں دھت روڈ کراس کر رہا تھا تو ایک کار سے ٹکرا گیا تھا۔

کیسا محسوس کر رہے ہو فوزان بھائی آپ؟ شیبان نے بہت نرمی سے اس سے پوچھا۔

مجھے تم لائے ہو کیا یہاں...؟ فوزان نے پوچھا۔

ہاں! میں ہی آپ کو یہاں لے کر آیا ہوں۔

کیوں لائے ہو تم مجھے ہسپتال؟ مجھے وہیں سڑک پر چھوڑ دینا تھا۔ فوزان نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

اگر آپ کو بروقت ہسپتال نہ لایا جاتا تو آپ کی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔ شیبان اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

چلی جاتی میری جان۔ فوزان استہزائیہ انداز میں بولا۔

ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو فوزان بھائی آپ... آپ کے گھر میں آپ کے اپنے ہوں گے۔

میرے اپنے اپنی اپنی دنیا میں مگن ہیں۔ چھوڑو تم یہ باتیں مجھے تم ابھی سگریٹ اور ڈرگس لا کر دو۔ فوزان، شیبان کو بولا۔

نہیں بھائی میں یہ چیزیں آپ کو لا کر نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ آپ کی صحت کے لیے مضر ہے۔ آپ ان کا استعمال بند کر دو۔ شیبان نے اسے سمجھانا چاہا۔

مجھے کچھ نہیں سننا۔ مجھے ابھی سگریٹ، ڈرگس اور شراب کی بوتل چاہیے ورنہ میں اپنے ہاتھ پر لگی ہوئے ڈرپ نکال کر پھینک دوں گا... فوزان جنونی انداز میں بولا تو شیبان جلدی سے ڈاکٹر کو لے آیا جو اسے نیند کا انجکشن دینے لگا۔ اس کے بعد فوزان غنودگی میں چلا گیا۔ شیبان صبح سے ہی ہسپتال میں فوزان کے ساتھ تھا، اس نے فوزان کے موبائل سے اس کے والدین کو کئی بار کال کرنا چاہی، لیکن ان کا نمبر آف جا رہا تھا۔ شیبان نے اپنے ابو کو کال کر کے ساری بات بتا دی تھی۔ شیبان ایک متوسط طبقے کا لڑکا تھا اس کے والد کی ایک چھوٹی سی کرانے کی دکان تھی، اس کی ماں سلائی کرتی تھی۔ اس کے پاس پانچ بہن بھائی تھے۔ ان کا گزر بہت مشکل سے ہوتا تھا۔ شیبان اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اور دسویں جماعت کا طالب علم تھا۔ شیبان بچپن سے ہی ذہین تھا اور ہر کلاس میں فرسٹ آتا تھا۔ فوزان دسویں کلاس سے اس کا ہم جماعت تھا۔ فوزان شہر کے مشہور و معروف بزنس مین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اور نہایت ہی بگڑا ہوا تھا۔ سٹے لگاتا، جوا کھیلتا اور نشہ کرتا تھا۔ غرض کہ تمام بری عادتیں اس میں موجود تھیں۔ وہ پڑھائی میں بھی بہت کمزور تھا اور کئی بار فیل ہو چکا تھا۔ اس کے اساتذہ اسے کئی بار سمجھاتے، نصیحت کرتے مگر وہ کسی کی بھی نہیں سنتا تھا۔

ایک ہفتہ سرعت سے گزر گیا، فوزان ایک ہفتے سے اسکول نہیں آ رہا تھا، وہ ڈسچارج ہو کر اپنے گھر آ گیا تھا۔ اس پورے ہفتے میں شیبان نے فوزان کی خوب تیمارداری کی۔ جب تک وہ فوزان کے ساتھ ہسپتال میں رہتا تو اسے کسی نہ کسی طریقے سے نشہ کرنے سے روکے رکھتا مگر اس کے ہسپتال سے جاتے ہی فوزان سگریٹ کا استعمال تو ضرور کرتا تھا۔ جب ڈسچارج ہو کر وہ گھر آ گیا تو شیبان اس کے گھر چلا آیا۔ شیبان، فوزان کے گھر پہلی بار آیا تھا اور اس کا بنگلہ نما گھر دیکھ کر اسے

کوئی حیرانی نہیں ہوئی تھی کیونکہ اسے پتا تھا کہ وہ ایک امیر باپ کا بگڑا ہوا لڑکا ہے... نوکر نے اسے ڈرائنگ روم میں لا کر بٹھا دیا، پھر کچھ دیر بعد فوزان آ گیا۔

کیسے ہو شیبان...؟ فوزان اب اس سے کافی نرمی سے بات کرتا تھا۔

میں تو ٹھیک ہوں آپ بتاؤ کیسے ہو۔؟ شیبان اس سے ملتے ہوئے بولا۔

پہلے سے ٹھیک ہوں اب تم یہ بتاؤ کیا لو گے؟

ارے کچھ بھی نہیں، میں تو بس آپ کی خیریت پوچھنے آیا تھا۔ ویسے آپ کے ممی پاپا کہاں ہیں میں نے ہسپتال میں بھی ایک بار بھی انہیں دیکھا۔ شیبان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

میرے ممی پاپا بہت بڑے بزنس مین ہے اور ایک ماہ سے ملک سے باہر ہیں بزنس ٹور کی وجہ سے۔ میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں۔۔ بچپن سے ہی انھوں نے مجھے بورڈنگ میں ڈال دیا تھا اور پھر دو سال پہلے میں اپنے گھر آیا۔ میرے والدین پیسہ، نام، شہرت کمانے کی دھن میں یہ بھول گئے کہ ان کی کوئی اولاد بھی ہے۔ ہمارے گھر میں نوکروں کی فوج ہے۔ انھوں نے مجھے زندگی کی ہر آرائش دی ہے سوائے محبت کے۔ کیونکہ ان کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی دو گھڑی بیٹھ کر مجھ سے بات کریں۔ چھٹی کے دن بھی انھیں سو کام ہوتے ہیں۔ ہر ماہ میرے اکاؤنٹ میں پیسے جمع کروا کے وہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ شیبان میں بچپن سے ہی بہت تنہا ہوں۔ بہت اکیلا ہوں۔ جب میں بورڈنگ میں تھا تب بھی میرے والدین مجھ سے ملنے بہت کم آتے تھے۔ وہ ہمیشہ کی طرح بہت مصروف رہتے ہیں۔ انھیں یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ کیا کر رہا ہوں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میری والدہ میرے لیے نئی نئی ڈش بنائے اور میں اسکول سے آ کر انھیں اسکول کی روداد سناؤں۔ پاپا سے کوئی فرمائش کروں، لیکن میری خواہش اور میری فرمائش پورا کرنے والا یہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے کبھی کوئی دوست بھی نہیں بنایا۔ تنہائیاں ہی بچپن سے میرا مقدر تھیں اور ان تنہائیوں نے مجھے پاگل کر دیا تھا۔ پچھلے دو سالوں سے میں بری عادتوں میں ملوث ہوتا گیا۔ سگریٹ، ڈرگس اور شراب وغیرہ کا استعمال کرنے لگا۔ کون تھا جو مجھے ان سب سے روکتا ٹوکتا۔ میں بہت ٹوٹا ہوا انسان ہوں شیبان۔ فوزان بولتے بولتے رو دیا۔ شیبان نے اس کے آنسو صاف کیے اور پانی پلانے لگا۔

فوزان بھائی! میں مانتا ہوں کہ آپ کے والدین غلط تھے مگر غلطی آپ کی بھی تھی، وہ پیسے کمانے میں مگن تھے تو آپ نے بھی تو اُنھیں ان کی ذمے داریوں کا احساس نہیں دلایا۔ اُنھیں بتانا تھا کہ آپ ان کے بغیر کتنے ادھورے ہیں۔ بجائے اس کے کہ آپ انھیں اپنی محبت کا احساس دلاتے آپ اس راہ پر چل پڑے جس پر سوائے نقصان، خسارہ کے سوا کچھ نہیں ملتا، یہ نشے کی لت بہت بری بلا ہے۔ یہ انسان کی صحت کے لیے بہت مضر ہوتی ہے۔ یہ انسان کو دھیرے دھیرے ختم کر دیں ہے۔ اپنی زندگی کو اس طرح نشہ کر کے برباد مت کیجیے۔ زندگی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ ایک بار ہی ملتی ہے، اس کی قدر کیجیے۔ اپنی صحت کی فکر کیجیے۔ اس خوب صورت سی زندگی میں خود بھی خوش رہیے اور اپنی ذات سے وابستہ لوگوں کو بھی خوش رکھیے۔ اتنی کم عمری میں آپ نے نشے کی لت لگا لی ہے۔ یہ عمر تو آپ کی کچھ کر دکھانے کی ہے۔ فوزان بھائی! میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ سب بری عادتیں چھوڑ دیں۔ مجھے، آپ کو اور ہم جیسے بچوں کو ابھی بہت آگے جانا ہے۔ اپنے والدین، اساتذہ اور ملک کا نام روشن کرنا ہے اور

پورے معاشرے سے بلکہ پوری دنیا سے بری عادتوں کو ختم کرنا ہے۔ شیبان بہت خلوص اور نیک نیتی سے فوزان کو سمجھانے لگا۔

شیبان میرے بھائی! مجھے کبھی کسی نے اتنے پیار سے سمجھایا ہی نہیں، لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی ان عادتوں کو چھوڑ دوں گا۔ البتہ مجھے تھوڑا ٹائم ضرور لگے گا کیونکہ اگر انسان کو ایک بار نشے کی کی لت لگ جائے تو اس سے چھٹکارا بہت مشکل سے ملتا ہے۔ مگر یہ ناممکن نہیں ہے۔ میں پوری کوشش کروں گا اور ایک دن انشاء اللہ نشے کی لت سے چھٹکارا پالوں گا... کچھ دن گزرنے کے بعد جب فوزان کے والدین ٹور سے واپس آئے تو شیبان ان سے ملا اور انھیں ان کی غلطیوں اور ذمہ داریوں کا احساس دلایا، وہ واقعی اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہوئے اور پھر فوزان ملک کی زندگی میں جیسے بہار آ گئی۔ وہ جو اپنے والدین کی محبتوں کو ترسا ہوا تھا انھوں نے اب اس پہ اپنی محبتوں کی اتنی بارش کر دی تھی کہ وہ اپنی پچھلی تمام محرومیاں بھول گیا تھا۔ وہ اب اسے بہت وقت دینے لگے تھے۔ فوزان نے بھی اپنی بری عادتوں سے چھٹکارا پا لیا تھا اور بہت دلجمعی سے اپنی پڑھائی کرنے لگا تھا اور شیبان شیخ اس کا قدم قدم کا ساتھی اس کا جگری دوست بن گیا تھا۔

وقت تیزی سے گزرتا گیا۔ دن، مہینے، کئی سال سرعت سے گزر گئے۔ زندگی اپنی رفتار سے رواں دواں تھی۔ جس نے وقت کی اہمیت جانی وقت نے اس سے وفا کی۔ فوزان ملک اور شیبان شیخ آج ملک کے نامور ڈاکٹر تھے۔ فوزان کے پاپا نے ان کے لیے بہت بڑا اسپتال بنوایا تھا جہاں پہ نشہ کرنے والوں کا نشہ چھڑوایا جاتا تھا۔

■

Rumana Iffat Rahi D/o Shaikh Bilal
Hirapura, Near Masjid Darussalam,
Achalpur City
Distt: Amravati- 444806 (Maharashtra)

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا/کی سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر........................ بتاریخ........................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/100 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009

میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

Email.: magazines@ncpul.in , فون:011-26109746 فیکس:011-26108159

دستخط

کہانی

تحریم مرزا

کالا مینڈک

ایک تالاب جس کا نام جھانجھر تھا، اس میں بہت سارے مینڈک اور مختلف قسم کے بیشمار جانور رہا کرتے تھے۔ ان میں ایک کالا مینڈک بھی رہتا تھا جو بہت دکھی اور اداس رہا کرتا تھا۔ اداس رہنے کا سبب اس کا کالا پن اور اس کی بدصورتی سے زیادہ جھانجھر تالاب میں رہنے والے جانور اور مینڈکوں کا رویہ تھا جو اس سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے تھے اور اس کا مذاق بھی اڑایا کرتے۔ ایک دن اس نے یہ فیصلہ کیا کہ کیوں نہ اس تالاب کو چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ چل کر رہا جائے۔ ایک دن وہ وہاں کچھ دور گل آرا نامی تالاب میں چلا جاتا ہے۔ اس تالاب کے سبھی مینڈک، مچھلیاں اور دیگر جانور اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ وہاں کوئی بھی مینڈک کسی کے ساتھ نہ بدسلوکی کرتا ہے، نہ ہی کسی قسم کے طعنے دیتا ہے، نہ ہی طنزیہ گفتگو کرتا اور نہ کسی کا مذاق اڑاتا ہے۔ کالا مینڈک گل آرا تالاب میں بہت خوش رہنے لگا۔ وہاں اس کے بہت سے دوست بن گئے۔ ایک دن شام کے وقت جب وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا گفتگو کر رہا تھا تو انھیں میں سے ایک مینڈک نے بتایا کہ جس تالاب سے تم آئے ہو اس میں ایک جان لیوا بیماری پھیل چکی ہے جس کے سبب وہاں کے سبھی جانور بیمار ہو کر لقمۂ اجل بنتے جا رہے ہیں۔ علاج و معالجہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کالا مینڈک یہ سن کر بہت دکھی ہوا۔ رات بھر اسے نیند نہیں آئی۔ صبح ہوتے ہی وہ جھانجھر تالاب کے مینڈکوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے تالاب کے قریب جا پہنچا جہاں پر سیکڑوں مینڈک بیماری اور کمزوری کی وجہ سے کراہ رہے تھے۔ نہ چلتے بن رہا تھا اور نہ بولنے کی قوت تھی۔ سبھی کی حالت بہت ہی نحیف و نزار تھی۔ ان میں سے ایک مینڈک ہمت کر کے کالے مینڈک کو اس بیماری کے متعلق بتاتا ہے:

معلوم نہیں یہ وبا کہاں سے اور کیسے آئی۔ جب سے تم گئے ہو اس کے کچھ دن بعد سے اس تالاب کے سبھی جانور اس مہلک بیماری میں مبتلا ہونا شروع ہو گئے جس کی وجہ سے ان کی موت بھی ہو رہی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں جانور مر چکے ہیں جو زندہ ہیں وہ بھی اس بیماری کی گرفت میں آچکے ہیں۔ خدا جانے ہمارا کیا ہوگا کیونکہ ہم میں سے کوئی اس لائق نہیں ہے جو اس مرض کا علاج تلاش کر سکے۔ اب تم ہی اس تالاب کے جانوروں کی زندگی اور بھلائی کے لیے کچھ کر سکتے ہو۔ کالا مینڈک بہت رحم دل اور صاف دل تھا۔ اس نے فوراً دل میں ٹھان لیا کہ مجھے ایسے حالات میں جھانجھر تالاب کے جانوروں کی مدد کرنی چاہیے کیونکہ اس کو اس بات کا بھی افسوس اور دکھ تھا کہ جہاں وہ برسوں رہا ہے جو اس کا وطنِ عزیز ہے اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ یہ بات اس کو گوارہ نہیں تھی۔ اسے اس

تالاب کی ہر شے ہر جاندار سے انسیت تھی اس لیے کالے مینڈک نے ان کی مدد کرنے کے لیے قدم اٹھایا اور جھانجھر تالاب کے سبھی مینڈکوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ''ہمت سے کام سے کام لو اللہ بہت قادر ہے۔ اگر اس نے اندھیرا بنایا ہے تو اجالوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ پیاس بنائی تو پانی بھی اتارا ہے۔ رات بنائی تو دن بھی نکالا ہے اسی طرح اگر بیماری دی ہے تو اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے۔ میں گل آرا تالاب کے ایک بزرگ مینڈک کو جانتا ہوں جو بہت سی بیماریوں کا علاج جانتے ہیں۔ وہ ضرور اس کا کوئی حل بتائیں گے۔'' یہ کہہ کر وہ بزرگ مینڈک کے پاس چلا جاتا ہے اور بزرگ مینڈک کو اس مہلک بیماری کے متعلق بتاتا ہے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد بزرگ مینڈک اسے اس بیماری کے علاج کے لیے ایک جڑی بوٹی کا پتہ بتاتے ہیں جس کو لاکر جھانجھر تالاب کے پانی میں ملانا ہوگا، لیکن یہ جڑی بوٹی ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے جہاں پر ایک بہت بڑا اور قدیم زہریلا سانپ رہتا ہے جو کسی کو اس جڑی کے درخت کے پاس جانے نہیں دیتا۔ وہاں جو بھی جاتا ہے وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ یہ باتیں کالا مینڈک جھانجھر تالاب کے سبھی جانوروں کو بتاتا ہے، کسی کی بھی ایسی حالت نہیں تھی کہ اس پہاڑی پر جاکر جڑی بوٹی لاسکے، تبھی کالا مینڈک وہاں جانے کا ارادہ کرتا ہے اور پہاڑی کی طرف نکل پڑتا ہے۔ جب وہ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچتا ہے تو جڑی بوٹی کے درخت کے پاس ایک سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ سانپ کی نظر جیسے ہی مینڈک پر پڑتی ہے وہ اسے کھانے کے لیے تیار ہوجاتا ہے اور مینڈک سے کہتا ہے۔ تم یہاں کس لیے آئے ہو اور اب آگئے ہو تو زندہ واپس نہیں جاسکتے۔ یہ سن کر کالا مینڈک گھبرا جاتا ہے پھر ہمت سے کام لیتا ہے اور سانپ سے کہتا ہے۔ میں نے سنا ہے تم بہت رحم دل اور دیالو ہو، تم ہر مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہو۔ مجھے اس پیڑ کی جڑی بوٹی کی اشد ضرورت ہے کیونکہ جھانجھر تالاب میں رہنے والے سبھی جانور بیماری کی وجہ سے ایک ایک کرکے مر رہے ہیں۔ مجھے تمھارے تعاون کی بہت ضرورت ہے۔ کالے مینڈک کی باتیں سن کر سانپ کچھ دیر سوچتا ہے اور کہتا ہے کیا واقعی تم نے میرے بارے میں اتنا سب کچھ سن رکھا ہے۔ کالے مینڈک نے کہا میں سچ کہہ رہا ہوں تمھیں اتنی حیرت کیوں ہے؟ سانپ کہتا ہے مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم لوگ میرے بارے میں اتنی خوش گمانی رکھتے ہو لہٰذا اب میں اس خوش گمانی کا بھرم قائم رکھوں گا۔ جاؤ تم جتنی جڑی بوٹی لینا چاہتے ہو لے جاؤ تاکہ جھانجھر تالاب کے جانور جلد ٹھیک ہوجائیں۔

کالا مینڈک اس جڑی بوٹی کو لے کر سانپ کا شکریہ ادا کرتا ہوا چلا جاتا ہے اور جھانجھر تالاب میں جڑی بوٹی ڈال دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ سبھی جانور صحت یاب ہونے لگتے ہیں۔ جب سبھی مکمل طور پر تندرست ہوجاتے ہیں تو انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ سبھی کالے مینڈک سے معافی مانگتے ہوئے کہتے ہیں۔ ہمیں تمھارے ساتھ بدسلوکی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ہم اپنے کیے پر نادم ہیں اور آئندہ کسی کا بھی مذاق نہیں اڑائیں گے۔ چاہے وہ جیسا بھی ہو کیونکہ اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق بیکار نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال نے کہا ہے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

پھر جھانجھر تالاب کے سبھی مینڈک کالے مینڈک کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔

■

Tehreem Mirza D/o Haneef Mirza Beg
H.N.: 227, Ganpat Kalal Ki Phatak
Sardar Patel Colony Sehat Kuan, Wad No 19
Burhanpur - 450331 (MP)

حقانی القاسمی

مزے کا مزا غذا کی غذا

پتہ نہیں، یہ بات کس حد تک صحیح ہے کہ اردو میں معلوماتِ عامہ کی کتابیں بہت کم ہیں یا بچوں کے لیے ایسے انسائیکلوپیڈیاز کی کمی ہے جن میں سائنسی، سماجی اور دیگر علوم و فنون کے تازہ ترین اندراجات ہوں۔ پھر بھی تلاش و جستجو کے بعد اردو میں بچوں کا انسائیکلوپیڈیا (محمد عارف جان)، 'بچوں کا انسائیکلوپیڈیا (زاہد حسین انجم)، عالمی معلومات کا انسائیکلوپیڈیا (محمد فیصل بٹ) اور2518 صفحات پر مشتمل یاسر جاوید کا 'عالمی انسائیکلوپیڈیا' اور رحمانی سلیم احمد کی معلومات کا سمندر، بچوں کا انسائیکلوپیڈیا، عالمی معلومات، مختصر انسائیکلوپیڈیا جیسی کتابیں ملی ہیں تو احساس ہوا کہ کمی ہے مگر کچھ تو ہے۔

ایسی ہی معلوماتی کتابوں کے زمرے میں ادب اطفال کے لئے ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ یافتہ ڈاکٹر بانو سرتاج کی کتاب 'مزے کا مزا غذا کی غذا' کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ اس کی چار جلدیں پہلے شائع ہوچکی ہیں۔ پانچویں جلد تین دنیاؤں (سمندر کی دنیا، کیڑے مکوڑوں کی دنیا اور پتھروں کی دنیا) پر محیط ہے۔

'سمندر کی دنیا' میں موتی، کاغذی نوٹیلس، شنکھ، عام گھونگھے، مخروطی گھونگے، ریزوشیل، کوڑی، ورم شیل وغیرہ سے متعلق اہم معلومات پیش کی گئی ہیں۔ موتی (Pearl) ایک ایسی چیز ہے جس کا ذکر قرآن اور ویدوں میں بھی ملتا ہے اور زمانۂ قدیم میں اسے پریوں کے آنسو کہا جاتا تھا۔ انھوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ "بہت سی عورتیں موتی کے زیورات رات کو سرہانے رکھ کر سوتی ہیں کہ اس سے پرسکون نیند آتی ہے۔"

پیارے بچو! آپ نے تو یہ ضرور سنا ہوگا کہ "فلاں شخص دو کوڑی کا ہے" تو بانو سرتاج نے کوڑی کے بارے میں ایسی باتیں بتائی ہیں کہ حیرت سے آپ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ ان کے مطابق "کوڑی (Cowrie) دراصل ایک سمندری مخلوق ہے جسے سائنسی زبان میں (Saipria) کہا جاتا ہے، اور اسے اول سکہ ہونے کا اعزاز ملا ہوا ہے۔" ان کے مطابق "کوڑی گوشت خور ہوتی ہے، وہ دن میں شکار کرتی ہے، وہ انڈے دیتی ہے۔" کوڑی کا رواج سکے کے طور پر یوں ہوا کہ "نقلی کوڑی بنائی نہیں جاسکتی اور اسے ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جانا بھی آسان ہے اور اس کو گننے میں بھی آسانی ہوتی تھی۔"

دوسرے باب 'کیڑے مکوڑوں کی دنیا' میں انھوں نے پیڑ پودوں، کیڑوں مکوڑوں کا سنسار کے عنوان سے حشرات الارض کے بارے میں بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ اس میں تتلی کا ذکر بہت دلچسپ ہے کہ یہ دراصل بچوں کو تتلیوں سے بڑا لگاؤ ہوتا ہے۔ ان کے مطابق "تتلی (Butterfly) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی تخلیق مقدس مریم کے آنسوؤں سے ہوئی

ہے۔'' ان کی کتاب سے یہ پتہ چلا کہ ''تتلی اپنے پروں کے ذریعے آواز سنتی ہے۔ اس کے اندر سونگھنے کی بھی کافی قوت ہوتی ہے اور اس کی جو خصوصیات ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تتلی تمام دن تھکے بغیر اڑ سکتی ہے۔ تتلی کے پھیپھڑے نہیں ہوتے، وہ اپنے پیٹ سے سانس لیتی ہے۔'' اب ہمارے یہاں تتلیاں کم ہوتی جا رہی ہیں۔ ڈاکٹر بانو سرتاج نے لکھا ہے کہ ''تتلیوں کی کئی قسمیں ایسی ہیں جو ختم ہونے کے کگار پر پہنچ گئی ہیں اور ان کے ختم ہونے کے اسباب یہ ہیں کہ گاؤں اب شہر میں تبدیل ہوتے جا رہے ہیں، زراعت میں کیمیکل کھاد کا استعمال تتلیوں کی جان کے لیے گھاتک بن رہے ہیں۔ موبائل، ٹیلی فون ٹاور سے نکلنے والی ریڈی ایشن تتلیوں کی موت کا سبب ہے۔ جن پھولوں اور پتیوں کو کھا کر زندہ رہتی ہیں ان میں زہر شامل ہو گیا ہے۔''

جس طرح تتلی سے بچوں کو یک گونہ لگاؤ ہے اسی طرح بچوں کو جگنو (Glow Worm) سے بھی بہت پیار ہے۔ پروین شاکر کا ایک مشہور شعر ہے۔

جگنو کو دن کے وقت پرکھنے کی ضد کریں
بچے ہمارے عہد کے چالاک ہوگئے

اسی طرح ایک اور شاعر کا شعر ہے۔

یہ رات یہ خموشی یہ خواب کے نظارے
جگنو ہیں یا زمیں پر اترے ہوئے ہیں تارے

ڈاکٹر بانو سرتاج نے جگنو کے تعلق سے بہت سی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ ان کے مطابق ''1667 میں رابرٹ بائل نے جگنو کو دریافت کیا تھا۔'' انھوں نے جگنو کے جسم سے نکلنے والی روشنی کے بارے میں بڑی اہم بات لکھی ہے کہ ''1974 میں اٹلی کے سائنس داں Speenzani نے ثابت کیا ہے کہ جگنوؤں کی روشنی ان کے جسم میں ہونے والے کیمیائی

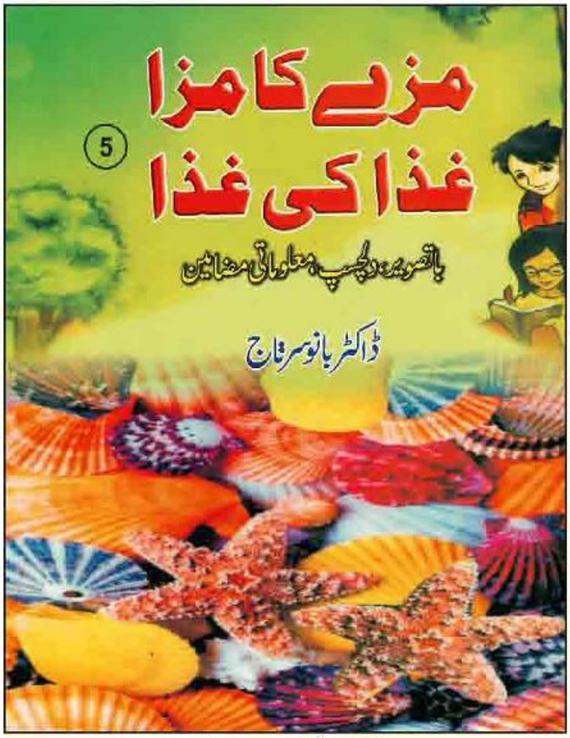

مزے کا مزا غذا کی غذا مصنف: بانو سرتاج
سنہ اشاعت: 2020، ناشر: فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ، دہلی

عمل کا نتیجہ ہے جو نظام ہاضمہ سے مربوط ہوتا ہے... جگنو کے پیٹ میں مخصوص خلیات (Cells) سے بنی تھیلیاں (Trigers) پائی جاتی ہیں۔ ان تھیلیوں ہی سے روشنی خارج ہوتی ہے۔ یہ خلیات، نوری خلیات (Photocyts) کہلاتے ہیں۔'' مکڑی (Spider) کے بارے میں قیمتی معلومات دیتے ہوئے کیچوا (Earth Worm) کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ ''کیچوے کسان کے لیے مٹی کو زرخیز بناتے رہتے ہیں اگر ان کا وجود ختم ہو جائے تو کسانوں کا بڑا نقصان ہوگا۔'' شہد کی مکھی (Honey Bee)، تتیا (Wasp) کے علاوہ انھوں نے پتنگا (Moth) کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ یہ دراصل روشنی کے دلدادہ ہوتے ہیں اور رات کے اندھیرے میں بہت فعال ہوجاتے ہیں۔

اردو شاعری میں تو پروانے کے حوالے سے بہت سے

شعر کہے گئے ہیں۔ ان کے مطابق پروانہ صرف محبت کرنے والا کیڑا نہیں ہے بلکہ خطرناک بھی ہے۔ بھنورا (Beetle) بھی اسی طرح کا کیڑا ہے جو اپنے گن گن کے لیے مشہور ہے۔ یہ بھی پھولوں کا عاشق ہوتا ہے۔ ٹِڈا (Grass-hopper) اور تِل چٹا (Cockioach) کے بارے میں انھوں نے قیمتی معلومات درج کی ہیں۔ چیونٹی (Ant) بھی ایک ایسی مخلوق ہے جس سے ہمارا واسطہ شب و روز پڑتا ہے۔ بانو سرتاج کے مطابق چیونٹی 24 گھنٹے جاگتی رہتی ہے اور اس کے مرنے پر جنازہ نکالا جاتا ہے۔ کیڑے مکوڑوں میں سب سے طویل عمر اسی کی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر بانو سرتاج نے ریشم کیڑا (Slk-Worm)، گھریلو مکھی، مکوڑا اور جھینگر کے بارے میں بھی اچھی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ گھریلو مکھی (House Fly) کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ خطرناک کیڑا ہے جو بیماریاں پھیلاتا ہے۔ جھینگر (Cricket)، دیمک (Termites) کے بارے میں بھی انھوں نے بہت اہم باتیں لکھی ہیں۔ ٹڈی (Locust) بھی ایک نقل مکانی کرنے والا کیڑا ہے جس کے بارے میں انھوں نے بتایا ہے کہ اس کی اڑان دو ہزار میل فی گھنٹہ ہوتی ہے اور اس کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔ مچھر (Mosquito) کے بارے میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھنا ہم سب کے لیے ضروری ہے کہ ہمارا ایک بڑا دشمن مچھر کی صورت میں بھی ہے۔ جب وہ کاٹتے ہیں تو بہت ساری بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ انھوں نے بہت اہم بات یہ لکھی ہے کہ ''سائنس دانوں کا ماننا ہے کہ جس انسان کے جسم میں وٹامن B اور کولسٹرال کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اس انسان کا خون مچھر کی پسندیدہ خوراک ہوتی ہے۔ سبزی خور انسان کو مچھر زیادہ کاٹتے ہیں ان کے جسم میں Lactic کی موجودگی مچھروں کو متوجہ کرتی ہے۔'' پسو (Flea) بھی ایک کیڑا ہے۔ یہ خون پیتا ہے اور طاعون جیسی بیماری کو پھیلاتا ہے۔ کھٹمل (Bed-Bug) جس سے ہمارا بہت سابقہ پڑتا ہے، اس کے بارے میں ڈاکٹر بانو سرتاج نے لکھا ہے کہ ''کھٹمل کا سائنسی نام سائمکس لکچولیرنس (Cimex Lectularions) ہے۔ یہ طفیلی کیڑا ہے۔ انسان کا خون پی کر زندہ رہتا ہے۔ اکثر منھ کا مزہ بدلنے کو جانوروں اور پرندوں کا خون بھی نوش فرماتا ہے۔ اس باب میں جوں (Louse)، گھوم، کنکھجورا، بیر بہوٹی اور چچڑی کے بارے میں بھی اہم معلومات ہیں۔

تیسرا باب 'پتھروں کی دنیا' میں ڈاکٹر بانو سرتاج قاضی نے الماس ہیرا (Diamond)، نیلم (Sapphire)، یاقوت (Ruby)، فیروزہ (Turquoise)، حجر الشمس (Sun-stone)، حجر القمر (Moon Stone)، زمرد (Emerald)، پکھراج (Topaz)، عقیق (Carnelian)، لعل رومانی (Spinal)، ابرق (Mica)، مونگا مرجان (Coral)، حجر بلور (Crystal)، صوان / سنگ مردہ (Quartz Rock Crystal) کے بارے میں بہت قیمتی معلومات درج کی ہیں۔

ڈاکٹر بانو سرتاج کی ان تینوں دنیاؤں میں معلومات کا بیش بہا خزینہ ہے۔ ہمارے عہد کے بچوں کو اسی طرح کی کتابوں کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر بانو سرتاج نے اس ضرورت کی تکمیل کی جو صورت نکالی ہے وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔ ادب اطفال سے انھیں خاص شغف ہے اس تعلق سے ان کی تقریباً 66 کتابیں شائع ہو چکی ہیں، انھیں بچوں کی نفسیات، ضروریات اور عصری مطالبات کا بھی اندازہ ہے۔ اس لیے ترجیحی طور پر ایسے موضوعات کا انتخاب کرتی ہیں جن سے بچوں کی معلومات میں اضافہ ہو۔

■

Haqqani Al-Qasmi
B-145/8, 4th Floor, Thokar No.: 8
Shaheen Bagh, Jamia Nagar
New Delhi- 110025
Mob.: 9891726444

برق-مقناطیسی ترنگیں
(الیکٹرومیگ نیٹک ویوس)

عظیم اقبال

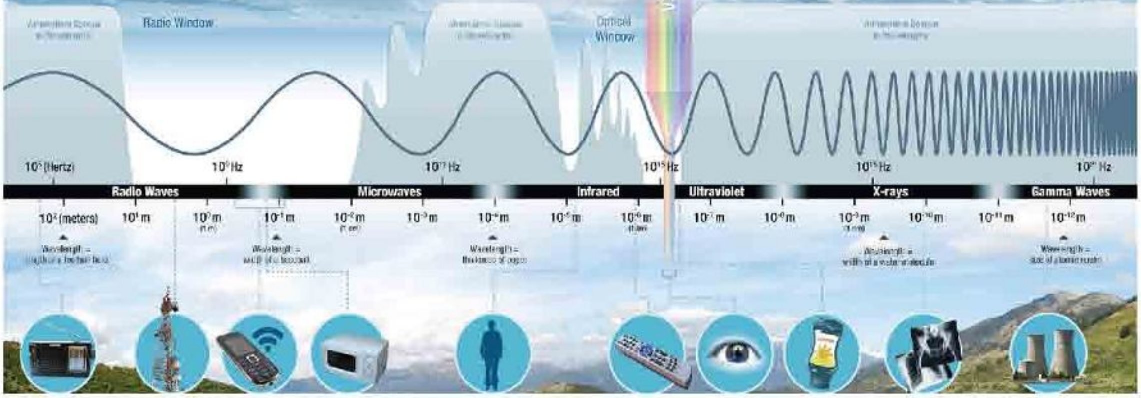

آج علم نے ہماری سوچ، رہائش اور زندگی بدل دی ہے۔ کسی چیز کے متعلق باضابطہ مطالعے کا نام سائنس ہے۔ جدید سائنس نے مختلف ایجادات کے لیے راہ ہموار کی ہے۔ اس ضمن میں برق- مقناطیسی لہروں یا ترنگوں کے متعلق ہماری آگہی بڑھی ہے۔ اس کے مختلف استعمال سے خوبی اور خرابی کا انکشاف ہوا ہے۔ چلیے نظر ڈالتے ہیں۔

تمہید

الیکٹرومیگ نیٹک ویوس کو Transvers Waves بہ معنی ترچھی لہریں بتایا گیا ہے۔ ان کے متعلق کہا گیا کہ وہ ترچھی سمت میں پڑتی ہیں۔ ان کی ساخت لگاتار بدلتی ہوئی برقی اور مقناطیسی (Electric and Magnetic) علاقوں کی ہوتی ہے۔

خصوصیت

مشینی لہروں یا ترنگوں (Mechanical Waves) کی طرح ہی الیکٹرومیگ نیٹک ترنگیں بیشتر ٹھوس، مائع اور گیس کے توسط سے گزر جاتی ہیں۔ وہ خلا (Vacuum) خالی مقام جہاں ہوا کے ذرات یا کوئی دوسرا مادہ (Matter) نہ ہو، سے ہو کر بھی گزر جاتی ہیں۔ ایسی ساری ترنگیں آنکھوں سے اوجھل ہوتی ہیں۔ ماسوا ان کے جن سے روشنی کی تخلیق ہوتی ہے۔

شبیہ

الیکٹرومیگ نیٹک اسپیکٹرم (Spectrum) کیا ہے؟ کہتے ہیں:

"The complete range of electro Magnetic Waves, Arranged in order of wavelength and frequency as the electro magnetic spectrum."

رفتار

اس کے ایک سرے پر مختصر دورانیے کی تیز رفتار ترنگیں ہوتی ہیں، جب کہ دوسرے سرے پر طویل دورانیے کی کم رفتار ترنگیں ہوتی ہیں۔ وہ ساری تقریباً ایک ہی رفتار یعنی 3,00,000 کیلومیٹر فی سیکنڈ چلتی ہیں۔ اسے روشنی کی رفتار

سے موسوم کرتے ہیں۔

شعاعیں

اب آیئے شعاعوں (Rays) کی قسموں کا تذکرہ کرتے ہیں:

گاما— اوّل گاما شعاعیں (Gama Rays) یہ زندہ خلیوں (Cells) کو مار سکتی ہیں۔ ان کا استعمال طبی ساز و سامان (Medical Equipments) کو بہ ذریعہ جراثیم کش صاف کرنے (Sterilize) کے لیے ہوتا ہے۔ مثال کے لیے گاما شعاعیں چمٹے (Forceps) کو جراثیم سے پاک کرتی ہیں۔

ایکس ریز— دوم: ایک ریز (X-Rays) ہیں۔ یہ شعاعیں بیشتر ملائم اشیا جو زیادہ سخت نہ ہوں، سے ہو کر گزر جاتی ہیں۔ ان شاعوں کا استعمال شفاخانوں میں جسم کے حصوں کی سایہ دار تصویریں (Shadou Pictures) لینے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ شعاعیں ملائم خلیوں (Tissues) جیسے جلد (Skin) اور پٹھوں (Tuscles) سے ہو کر گزر جاتی ہیں۔ لیکن سخت ہڈی یا استخوان (Hard Bone) سے ہو کر نہیں گزرتیں۔

استعمال

ایک شعاع کا استعمال ہوائی اڈوں پر حفاظتی عملے (Security Beronnel) لوگوں کے سامان میں کچھ چھپا کر رکھنے کا انکشاف کرنے کے لیے کرتے ہیں۔

یو، وی

یو، وی (U.V) یا الٹراوائیولیٹ ریز یعنی انتہائی بنفشی شعاعیں۔ ان میں نظر آنے والی روشنی کی بہ نسبت زیادہ توانائی ہوتی ہے۔ ان سے کیمیائی ردِعمل کا امکان ہوتا ہے۔ مثال کے لیے آفتاب سے خارج ہونے والی یہ شعاعیں جسم میں ایک بھوری کیمیائی اپج Melanin بڑھا دیتی ہیں۔ اس سے جلد سیاہ پڑ جاتی ہے۔

لمبے وقت تک دھوپ کی زد میں رہنے سے جلد میں میلان کی مقدار اتنی بڑھ سکتی ہے کہ جلد کے سرطان (Skin Cancer) کا خطرہ لاحق ہو جائے۔

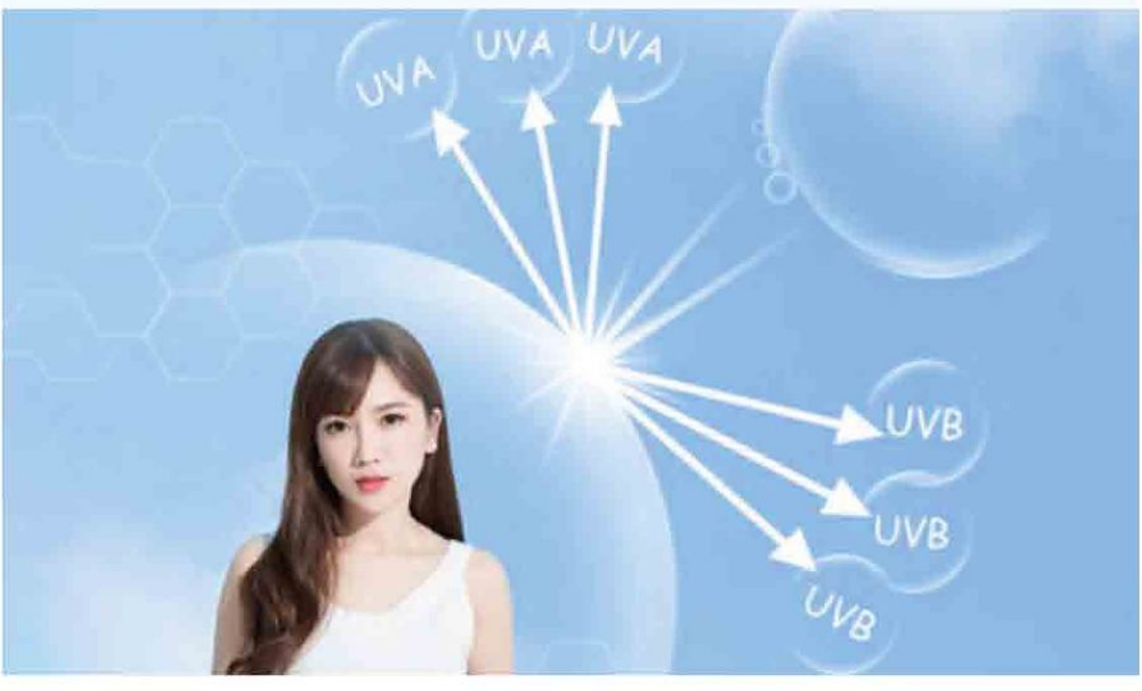

آفتاب پردہ

آفتاب (Sun-Screen) کے عنصر کے ہمراہ کچھ کریم (Cream) بنا لی گئی ہیں، جن میں انتہائی بنفشی شعاعوں کی ضرررسانی کو روکنے اور جلد کا تحفظ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

برقی مقناطیسی شبیہ

ہم یاد دلا دیں کہ برق مقناطیسی شبیہ کے ایک منحنی حصے کو انسان دیکھ سکتا ہے۔ اسے دکھائی دینے والی روشنی کی شبیہ (Visible Light Spectrum) کہتے ہیں۔

روشنی جیسے کہ آفتاب روشنی توانائی کی اک شکل ہے۔ یہ برق مقناطیسی ترنگو سے تشکیل شدہ ہے، جو برق مقناطیسی شبیہ کا ایک جزو ہے۔

انفراریڈریز

انفراریڈریز (Infra Red Rays) ان کا اخراج کسی بھی گرم شے سے ہوتا ہے۔ مثال کے لیے آفتاب سے خارج حدت (Heat) زمین تک انفراریڈریز شعاعوں کی شکل میں سفر کرتی ہے۔

ریڈیائی ترنگیں

چلیے، اب کچھ دیگر ترنگوں کے متعلق بات کرتے ہیں۔ ریڈیوویوس (Radio Waves) سب سے زیادہ طوالت والی اور سب سے کم رفتار ہوتی ہے۔ بیشتر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے مظاہرے اسی کے توسط سے چلائے جاتے ہیں۔

مائکرو ترنگیں

مائکروویوس (Micro-Waves) ریڈیائی ترنگیں ہی ہوتی ہیں۔ اگرچہ ان ترنگوں کی طوالت نسبتاً مختصر ہوتی ہے۔ انھیں قابو میں کرنا اور ہدایت دینا (Control and Direct) آسان ہے۔ اس کے مختلف استعمال ہیں۔

ایک ادنٰی برقی چولھے (Oven) میں حرارت کی ترسیل غذا کے اجزا، ایک کنارے سے وسط تک پہنچائی جاتی ہے۔ اس کے ذریعے غذائی اشیا اپنے ہر جزو تک ایک ساتھ حرارت پذیر ہوتی ہے۔ اس سے غذا پکانے اور اسے گرم کرنے میں سرعت آتی ہے۔

ریڈیو ٹیلی اسکوپ: ریڈیو ٹیلی اسکوپ (Radio Tele Scope) کی باتیں بھی کرلیں۔

اس کی طشتریاں (Dishes) مائکروویوس، جو دور دراز کے ستاروں اور سیاروں سے چلتی ہیں، انھیں گرفت میں لے لیتی ہیں۔ یہ تاریک ترین اور دور دراز کی اشیا کی خبر لیتی ہیں۔ انھیں عام دوربین سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

رڈار

اب رڈار (Radar) یعنی Radio Detection and Qanging کی بات بھی ہوجائے۔ اس کے لیے مائکروویوس کا استعمال کر کے کسی دور کی چیز کی حالت اور طوالت کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ جیسے کہ بحری اور ہوائی جہاز ٹرانسمیٹر کے ذریعے مائکروویوس ارسال کی جاتی ہیں۔ ان کا اخراج کسی ٹھوس چیز سے ہوتا ہے، اور پھر یہ ریسور کے ذریعے گرفت میں لے لی جاتی ہیں۔ اس کی خبر پردے پر ایک شبیہ کے بطور آجاتی ہے۔ اس سے اس چیز کی سمت اور فاصلے کا اندازہ ہوتا ہے۔

عزیز دوستو! رواں دواں زندگی میں برق مقناطیسی ترنگوں سے ہم نے استفادہ کیا ہے۔ مستقبل میں اس کے استعمال کی دیگر صورتیں بھی نکلیں گی۔

آیئے، اس کے لیے مزید سعی کریں تاکہ زندگی خوشگوار ہوسکے اور انسانیت کی فلاح ہو!

■

Azim Iqbal
Adabistan,Ganj No: 1,Bettiah- 845438
Mob.: 9006502649

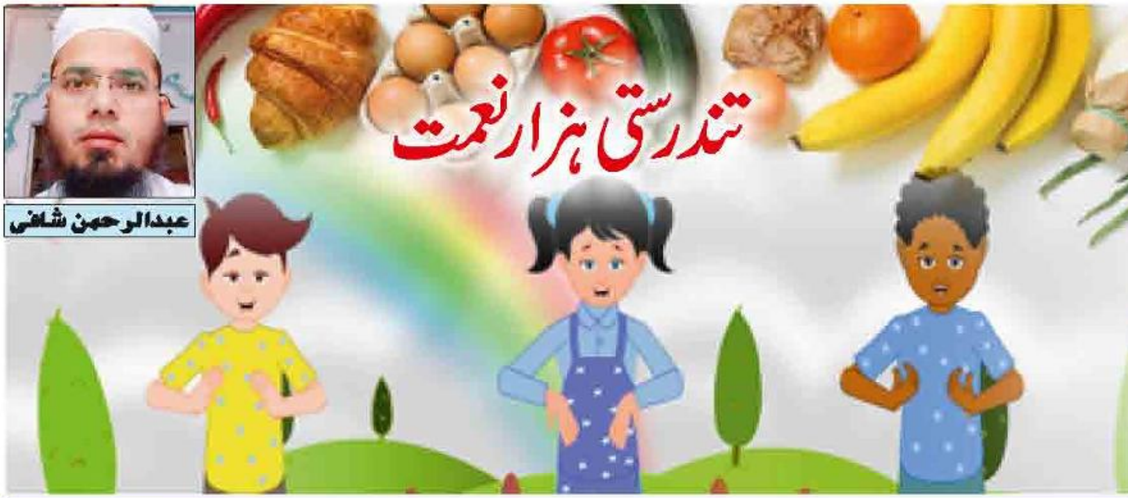

تندرستی ہزار نعمت

عبدالرحمٰن شافعی

صحت ہی زندگی ہے، یہ مہاتما گاندھی نے کہا تھا۔ کچھ اسی طرح کی بات اردو کے ایک شاعر نے بھی کہی ہے:

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک　　تندرستی ہزار نعمت ہے

صحت اور تندرستی زندگی کے لیے بہت لازمی ہیں۔ ذہنی صحت کے لیے جسمانی صحت کی ضرورت پڑتی ہے اسی لیے اگر شروع سے ہی صحت اور تندرستی کے تعلق سے لاپرواہی کے بجائے بیداری کا رویہ اختیار کیا جائے تو انسان بہت ساری بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ ہمارے عہد میں بچوں کی صحت ایک بڑا مسئلہ ہے، اس پر سنجیدگی سے توجہ دیے جانے کی ضرورت ہے۔ بچوں کی صحت کے تعلق سے 'بچوں کی دنیا' میں یہ کالم اس لیے شروع کیا گیا ہے تاکہ والدین کے ساتھ ساتھ بچے خود بھی اپنی صحت اور تندرستی کا خیال رکھ سکیں۔

صحت ایک ایسی نعمت ہے کہ دوسری کوئی شے اس کا بدل نہیں۔ ہمارے پاس چاہے کتنی ہی دولت ہو، راحت اور عیش و آرام کے اسباب ہوں، ہم دنیا کی تمام املاک کے مالک بھی ہوں مگر یہ سب صحت جیسی عظیم الشان نعمت کا نعم البدل کسی صورت نہیں ہیں۔ ہم دن بھر میں کتنے کام کرتے ہیں، کبھی کھاتے ہیں، سوتے، سفر کرتے ہیں اور زندگی کے پہیے کو گھمانے کی خاطر نہ جانے کیا کیا کرتے ہیں۔ کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ اگر انسان میں سوچنے سمجھنے یا اٹھنے، چلنے، ہاتھ پاؤں ہلانے یا پھر بولنے کی طاقت نہ ہو تو یہ کارخانۂ ہستی کیسے چلے گا؟ جی ہاں صحت ہی وہ نعمت ہے جس کے رہتے یہ انسان بڑے بڑے پہاڑوں کو جگہ بدلنے پر مجبور کر دیتا ہے اور زمین کی تہہ سے معدنیات نکال لاتا ہے، اونچی عمارتوں اور بلند و بالا جہاز بنانے کا ہنر اس حضرتِ انسان کے پاس اگر ہے تو صرف اسی نعمت (جس کو ہم صحت کے نام سے موسوم کرتے ہیں) کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ بیمار انسان میں کم ہمتی، مایوسی، اور اسی طرح کی دوسری کمزوریاں دیکھنے کو ملتی ہیں، جبکہ صحت مند شخص میں بلند ہمتی، حوصلہ، امید، خوشی اور جنون کی وہ کیفیت دیکھنے کو ملتی ہے جو کہ بیمار میں مفقود ہوتی ہے۔

صحت کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے صحت کے لیے خاص طور پر دعا فرمائی ہے:

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں صحت کا، پاکدامنی کا، امانت کا، اچھے اخلاق اور تقدیر پر خوش رہنے کا۔

آپ ذرا سوچیے کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہوگی کہ ایسا عظیم الشان پیغمبر بھی اس کے لیے دعا گو ہے۔ صحت کی بقا کی ہمیں کتنی فکر کرنے کی ضرورت ہے اور وہ کیا اسباب ہیں جو ہمیں اس نعمت سے محروم کر دیتے ہیں اور وہ کون سے ذرائع ہیں جن کو اختیار کرنے سے یہ نعمت عظمیٰ باقی رہتی ہے۔ آیئے ان پر غور کرتے ہیں اور ان کا پتا لگا کر خود اور اپنے اہل خانہ کو بھی ان سے دور رہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اسباب تو بہت سے ہو سکتے ہیں لیکن ان میں سے چند سبب یہ ہیں جیسے:

1 ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتے رہنا۔

2 خوب پیٹ بھر کر کھانا۔

3 کھانے کو چبا کر نہ کھانا۔ جس کی وجہ سے پیٹ کی بہت سی بیماریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

4 موبائل چلاتے وقت یا ٹی وی دیکھتے ہوئے کھانا۔

5 قدرتی غذائیں چھوڑ کر بازاری چیزوں کا کثرت سے استعمال کرنا، جیسے چاکلیٹ، چپس، کرکرے، چاؤمین، برگر، پیزا، اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کا بہت زیادہ اور لمبے وقت تک استعمال کرتے رہنا۔

7 رات کو کھانا کھا کر فوراً سو جانا، جس کی وجہ سے کھانا سینے پر ہی رہ جاتا ہے اور اس کو ہضم ہونے کا وقت نہیں ملتا۔

8 صرف ایسے کھیل کھیلنا جن میں نظروں اور دماغ کا استعمال ہو، جیسے موبائل، لیپ ٹاپ، یا کمپیوٹر پر ویڈیو گیم کھیلنا وغیرہ۔

9 دانتوں کی صفائی کا خیال نہ کرنا۔

اب ہم سبھی نمبرات پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالیں گے تا کہ ہمیں ان کی قدرے تفصیل معلوم ہو سکے۔

ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتے رہنا

عام طور پر بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ انھیں ہر وقت بھوک کا احساس ہوتا رہتا ہے اور یہ حالت انھیں بے چین کیے رکھتی ہے۔ وہ بچے جو بول نہیں سکتے رونا شروع کر دیتے ہیں اور بڑے بچے گھر میں ہر وہ چیز کھا لیتے ہیں جو انھیں لذیذ معلوم ہو۔ اس کا ایک نقصان تو یہ ہے کہ وہ کئی مرتبہ مٹی، چونا، اینٹ وغیرہ کے اجزا تک کھانے کی لت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کمزوری اور دوسری بیماریوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اور کئی مرتبہ فریج سے ایسی چیزیں نکال کر کھا جاتے ہیں جس کے عوض انھیں نمونیہ، زکام، سردی، بخار جیسے امراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گھر ہو یا باہر وہ صرف اور صرف کھانے کی فرمائش کرتے ہیں۔ بازار میں جو چیزیں تیار کی جاتی ہیں انھیں خاص طور پر چٹپٹی بنانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے، جس میں کئی مرتبہ کیمیکل اور دوسری مضر اشیا کا استعمال کر کے وہ بچوں کی زندگیوں سے کھیلتے ہیں۔ بچوں کو بازار کی چیزوں سے حتی الامکان روکنے کی کوشش کریں اور گھر پر بنی اشیا کا استعمال کرانے کی عادت ڈالیں۔

خوب پیٹ بھر کر کھانا

عام طور پر یہ مثل مشہور ہے مگر کافی حد تک درست بھی کہ ”بچوں کا پیٹ بھر جاتا ہے مگر نیت نہیں بھرتی۔“ اگر چہ وہ کھانا کھا چکے ہوتے ہیں لیکن کسی دوسرے کو کھاتے دیکھ شریک دسترخوان ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ ان کے اٹھنے سے شروع ہو کر سونے تک جاری رہتا ہے۔ اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ اپنے نظامِ ہضم کر خراب لیتے ہیں۔ والدین اکثر یہ سوچتے ہیں کوئی بات نہیں، کھلا دو بچہ ہے، اگر وہ اس کی صحت کا خیال رکھنا چاہتے ہیں تو انھیں چاہیے کہ اس کو ایک مرتبہ کھانا اچھے سے کھلا کر دوبارہ کھانے سے روکنا چاہیے اگر بچہ بڑا ہے تو بار بار کھانے کے نقصانات سے اس کو آگاہ کرنا چاہیے تا کہ بچہ اور والدین دونوں حکیم، ڈاکٹر یا ہسپتال کے چکر

کاٹنے، پسینہ اور پسیا بہانے سے بچے رہیں۔

کھانے کو چبا کر نہ کھانا

بچوں کی عادت ہے کہ انھیں ہر بات میں جلدی ہوتی ہے، جس کے سبب وہ کھانے میں بھی جلدی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر والدین بچوں کے پیٹ درد کی شکایت کرتے ہیں، کچا پکا جیسا بھی ملا وہ جلد از جلد کھا کر کھیلنا چاہتے ہیں، یا وہ ابھی اسکول سے آیا ہی تھا کہ گھر والوں نے فوراً ٹیوشن کا صور پھونک دیا، یا دوسرا کوئی کام ان کے ذمے لگا دیا، یہ طریقہ بالکل مناسب نہیں، جس کے نتیجے میں وہ کھانے کو بنا چبائے یا کم چبا کر کھاتے ہیں۔ اُس غذا سے اس کو جو پروٹین، کیلشیم، وٹامن اور دوسرے طاقتور اجزا حاصل ہونے والے تھے، ان سب سے وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ احسن طریقہ یہ ہے کہ پہلے انھیں اطمینان سے کھانے دیں، اس کے بعد کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ کریں۔ جب جلدی میں بچہ کھانا کھاتا ہے تو اہل خانہ بھی سوچتے ہیں کہ ماشاء اللہ بچہ جلد کھانے سے فارغ ہو گیا ہے، لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ جلد بازی اس معصوم کے لیے کتنی مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کے جسم کے اعضا ابھی ابتدائی مرحلے میں ہیں اور وہ کسی بھی سخت چیز کو ہضم کرنے کے متحمل نہیں ہیں۔ اکثر والدین اپنے بچوں کو اچھے سے اچھا کھلاتے پلاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں بچہ کمزور ہوتا جا رہا ہے، اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں، لیکن ان میں خاص طور پر یہ وجہ قابل غور ہے کہ بچے کو آرام سے بٹھا کر اپنے سامنے کھلانے کی کوشش کریں اور اس وقت اس سے کسی دوسرے کام کا تقاضا ہرگز نہ کریں، جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔

موبائل چلاتے وقت یا ٹی وی دیکھتے ہوئے کھانا

آج کے دور میں موبائل ایک عام بات بن چکی ہے، ہر خاص و عام اس سے مستفیض ہو رہا ہے۔ اس کے نفع اور نقصان کے ہم سب شاہد ہیں۔ ایک سروے کے مطابق تیس سال سے زیادہ عمر والے لوگ صرف کام کے لیے ہی موبائل کا استعمال کرتے ہیں، ان سے کم عمر کے لڑکے یا بچے اکثر فیشن، شوق، یا کھیل کی وجہ سے موبائل، گاڑی، کپڑے کا استعمال کرتے ہیں۔ کئی لوگ بچوں کی ضد کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اور اپنی جان بچانے کے لیے موبائل پر بچوں کو مکمل اختیار سونپ کر سبک دوش ہو جاتے ہیں۔ جس وجہ سے ان کا دھیان کسی بھی چیز مثلاً، پڑھنے لکھنے، کھانے پینے، یا ورزش والے کھیل کھیلنے سے ہٹ جاتا ہے اور اس حالت میں انھیں یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ بچے نے کتنا کھایا ہے۔

فرانس میں ہوئی ایک تحقیق کے مطابق دو بچوں (جن کی عمریں تقریباً سات سے گیارہ سال کے درمیان تھی) کو الگ الگ کمروں میں رکھا، ان میں سے ایک بچے کو موبائل دے کر کھانا کھلایا گیا اور دوسرے کو بنا موبائل کے کھانا کھلایا گیا۔ سروے کے مطابق موبائل والے بچے نے عام معمول کے بر خلاف ایک روٹی زائد کھائی جب کہ دوسرے بچے نے معمول کے مطابق کھا کر باقی کھانے سے انکار کر دیا۔ اس سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اگر کسی چیز یا کام کی طرف توجہ دیے بغیر اسے کیا جائے تو وہ اپنا توازن کھو بیٹھتا ہے جس کی مثال اوپر دی گئی۔

بچے کا اپنی خوراک سے بڑھ کر کھانے کے سبب ان کی صحت پر اس کا برا اثر پڑتا ہے، زیادہ کھانے اور ایک ہی جگہ پڑے رہنے کے سبب وزن بڑھ جانا اور دوسری خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ ان کی ضرورت کے مطابق اور قدرے اختصار کے ساتھ، بتدریج سبھی کام لیں تا کہ وہ بھی دلجمعی کے ساتھ ہر ایک کام کو کر سکیں۔

قدرتی غذائیں چھوڑ کر بازاری چیزوں کا کثرت سے استعمال کرنا

سبھی کو معلوم ہے کہ آج کل بازاروں کا کیا حال ہے اور وہ کھانے کی اشیا کو لذیذ بنانے کے لیے کس طرح کی چیزوں کا استعمال کرتے ہیں، یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور وہ لوگ اسی کا فائدہ اٹھا کر بچوں کو ان کا عادی بناتے ہیں۔ چاکلیٹ، چپس، کرکرے، چاؤمین، برگر، پیزا، اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کا بہت زیادہ اور لمبے وقت تک استعمال کرتے رہنے سے بچوں کا پیٹ، دانت، اور ان کے جسم کے دوسرے حصے متاثر ہوتے ہیں۔ جس کو انگریزی میں فوڈ پوائزننگ (Food Poisoning) یعنی بدہضمی بھی کہتے ہیں۔

نمبر سات اور آٹھ ایسے ہیں جنھیں بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے مگر نو نمبر کو ہم قدرے تفصیل سے بیان کرنا چاہیں گے کیوں کہ صحت کے لیے اچھے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے اور کھانا چبانے کے لیے دانتوں کی۔

دانت

اللہ تعالیٰ نے منہ کو پیٹ کا محافظ بنایا ہے اور دانت اس کی وہ نعمت ہے جو ہمارے لیے طاقت کا سبب بنتے ہیں اور اس حفاظتی چوکی میں پہریدار کا کام بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہر قسم کی کھانے والی چیزوں کا انسپیکشن بھی بخوبی کرتے ہیں۔ آیئے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

جب آپ چینی کھاتے ہیں تو آپ نہ صرف خود کو خوراک فراہم کر رہے ہوتے ہیں بلکہ آپ ان لاکھوں مائکروب کی مہمان نوازی بھی کر رہے ہوتے ہیں، جو آپ کے منہ میں اپنا گھر بنا کر رہتے ہیں۔ یہ مائکروب وہاں نشو و نما پاتے ہیں اور ہمارے دانتوں سے چمٹ کر انھیں زردی مائل کر دیتے ہیں، ان میں خلا پیدا کرتے اور انھیں خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

منہ کا سرکردہ مائکروب ایک کرہ نما سٹرپٹوکوکس (Streptococus) نامی ایک بیکٹیریا ہوتا ہے، جو جسم کو گرمی اور طاقت فراہم کرنے والی شوگر اور دیگر کاربوہائڈریٹ کو دودھیا تیزاب میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ تیزاب دانت کی پالش کو ختم کرتا ہے اور ان میں بتدریج خلا پیدا کرتا ہے۔ اسی بیکٹیریا کا ایک زیادہ خطرناک بھائی سٹرپٹوکوکس میوٹنز (Streprococus Mutans) دانتوں کے انفیکشن کا سب سے بڑا محرک ہے۔ اگر آپ دانتوں کو باقاعدگی سے برش نہیں کرتے اور آپ کے دانتوں پر جمی زردی سخت ہو جائے تو یہ کسی ماہر ڈینٹسٹ کی مدد کے بغیر دور نہیں ہوگی اور آپ اسے علاج کے بغیر چھوڑ دیں گے تو اس سے آپ کے مسوڑے متاثر ہو سکتے ہیں۔

(کائنات انسان جسم اور جانوروں میں قدرت الٰہی کے عجائبات، ص 124)

ایک دوسری جگہ پر اس کو کچھ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

برطانیہ میں کی گئی ایک نئی تحقیق کے مطابق غذا کو چبا کر کھانا چاہیے، اس لیے کہ چبانے کے دوران منہ میں خاص قسم کے مدافعتی خلیات (Cells immnune) پیدا ہوتے ہیں۔ یہ خلیات ہمیں تعدیے (Infection) سے بچاتے ہیں۔ یہ خلیات (TH17) کہلاتے ہیں۔ منہ میں صحت بخش بیکٹیریا ان کی مدد کرتے ہیں۔

غذا کو چبانے کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے، اس عمل میں دانت مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ چبانے میں صَرف ہونے والی طاقت منہ میں خرابی بھی پیدا کر سکتی ہے اور فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے۔ اس ضمن میں برطانیہ کے تحقیق کاروں نے ایک تجربہ کیا۔ انھوں نے چند چوہوں کو کھانے کے لیے بہت زیادہ نرم غذائیں دیں، ایسی غذاؤں کو زیادہ چبایا نہیں جاتا اور وہ بہت کم وقت میں کھالی جاتی ہیں۔ ان چوہوں کی عمر

چھ ماہ سے کم تھی۔ان کے دانت گندے تھے۔تحقیق کار انھیں روزانہ کافی عرصے تک بہت زیادہ نرم غذائیں کھلاتے رہے، یہاں تک کہ ان کی عمر پورے چھ ماہ ہوگئی۔اس عمر میں تحقیق کاروں نے ان کے منہ کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ نہ صرف ان کے منہ میں بو پیدا ہوگئی تھی، بلکہ مدافعتی خلیات (Cells immnune) کی پیداوار بھی بہت کم تھی۔صرف ان کے منہ میں تعدیے (infection) کے اثرات پیدا ہونے لگے تھے۔

جب تحقیق کاروں نے چند دن تک جراثیم سے پاک روئی کے ٹکڑے سے چوہوں کے دانت اور منہ کے اندرونی حصوں کو خوب رگڑ کر صاف کرنا شروع کردیا تو ان کے منہ کی بدبو دور ہونے لگی، مدافعتی خلیات (Cells immnune) کی پیداوار میں اضافہ ہونے لگا اور تعدیے (Infection) کے اثرات بھی ختم ہونے لگے۔

صاف ستھرے دانتوں سے غذا کو خوب چبانے سے پورا منہ مزید صاف ہوجاتا ہے اور ہضم کے نظام پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے۔غذا جلد ہضم ہو جاتی ہے، اس طرح منہ میں مدافعتی خلیات (Immnune cells) کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ خلیات زیادہ ہونے کی وجہ سے منہ تعدیے (Infection) سے محفوظ رہتا ہے۔

اگر گندے دانتوں سے روزانہ بہت سخت قسم کی غذائیں چبا کر کھائی جائیں تو مسوڑوں اور دانتوں پر برے اثرات پڑتے ہیں۔مسوڑے زخمی ہو جاتے ہیں، دانت بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔اس لیے غذا کی سختی کی وجہ سے دانتوں کی ہڈیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔گندگی کے باعث منہ میں بو اور سوزش بھی پیدا ہو جاتی ہے، جس کے باعث کئی دوسری بیماریاں حملہ کرسکتی ہیں۔اسی طرح جب تحقیق کاروں نے گندے دانتوں والے چوہوں کو کھانے کے لیے بہت سخت قسم کی غذائیں دیں تو انھوں نے چبانے میں بہت زیادہ وقت صرف کیا۔ان کے مسوڑوں اور دانتوں پر بہت خراب اثرات مرتب ہوئے، ان کے منہ سے بو آنے لگی۔تحقیق کاروں نے فوراً چوہوں کے دانت اور منہ صاف کیے اور ان کی غذائیں تبدیل کیں، اب انھیں کھانے کو معمولی ٹھوس قسم کی غذائیں دی گئیں، چوہوں نے غذائیں چبانے میں مناسب وقت لگایا اور یہ آسانی سے کھالیں۔اس طرح ان کے مسوڑے اور دانت ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہے، نہ ان کے منہ میں کسی قسم کی کوئی بو پیدا ہوئی اور نہ کوئی سوزش۔

غذا نہ بہت زیادہ نرم ہو کہ چبانے کا عمل ہی ختم ہوجائے اور نہ بہت زیادہ ٹھوس ہو کہ مسوڑوں اور دانتوں کو نقصان پہنچے۔اس تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دانت اور منہ ہمیشہ صاف ستھرے رکھنے کا عمل ہمیں کئی بیماریوں سے بچاتا اور فائدے پہنچاتا ہے۔یہ عمل جسم کے مزاحمتی حصوں کو توانا بناتا اور ان میں توازن پیدا کرتا ہے۔ان حصوں میں بڑی آنت اور جلد (Skin) شامل ہیں ۔

جسم میں قائم ہونے والا توازن امراض پیدا کرنے کے اسباب کو بھی ختم کردیتا ہے اور ہم تندرست و توانا رہتے ہیں۔دانت اور منہ ہمیشہ صاف ستھرے رکھیے، غذا کو خوب چبا کر اطمینان سے کھائیے، بہت زیادہ ٹھوس قسم کی غذائیں کھانے سے پرہیز کیجیے، تاکہ آپ کے دانت اور منہ ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہ سکیں اور آپ صحت و تندرستی کے ساتھ اپنا اور اپنے والدین کا نام روشن کرسکیں۔

■

Abdur Rehman Shafi
H. No.: 110/75 s/F,Gali No.: 2
Ghaffar Manzil, Jamia Nagar
New Delhi- 110025
Mob.: 7017903577

کہاوتیں اور محاورے

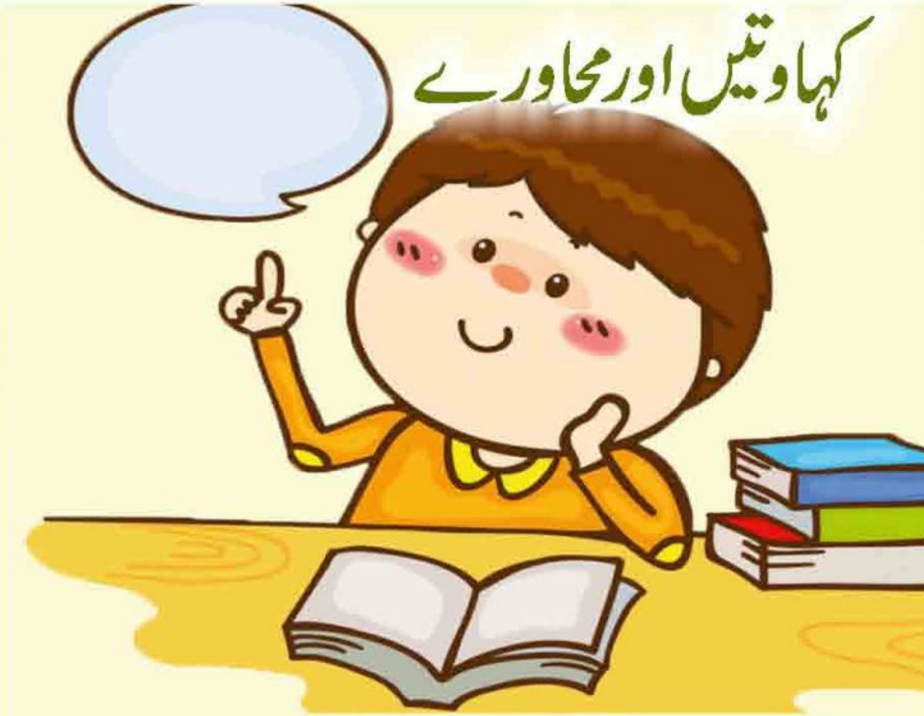

ندیم احمد انصاری

پیارے بچو!

کیا آپ کو 'کہاوت' اور 'محاورہ' کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟

کیا آپ جانتے ہیں کہ زبان و ادب میں ان کی کیا اہمیت ہے؟

'محاورہ' بول چال اور بات چیت کو کہتے ہیں یا اہلِ زبان کسی کلمے کے حقیقی معنی مراد نہ لے کر جب مخصوص معنی مراد لیں، اسے محاورہ کہتے ہیں۔ مثلاً 'اتارنا' کے معنی کسی چیز کو اونچی جگہ سے نیچے لانا ہے، لیکن 'شیشے میں اتارنا' یہ ایک محاورہ ہے اور اس کے معنی کسی کو قابو میں یا بس میں کرنا ہے۔

کسی خاص جملے کو عوام وخواص کسی خاص معنی کی ترجمانی کے لیے استعمال کرنے لگیں اسے 'کہاوت' کہتے ہیں۔ اس کی تعریف میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں، چونکہ ان کی بنیاد اکثر کسی کتھا یعنی کہانی وغیرہ پر ہوتی ہے، اس سے اندازہ لگایا گیا کہ لفظ 'کہاوت' 'کتھاوت' سے بنا ہے۔ مثلاً 'ٹیڑھی کھیر ہونا' یعنی کسی چیز کا مشکل یا محال ہونا۔ کہتے ہیں کہ کسی نے ایک اندھے سے کہا: کھیر کھاؤ گے؟ اندھے نے پوچھا: کھیر کیسی ہوتی ہے؟ جواب ملا: سفید۔ اندھے نے کہا: مجھے کیا پتا سفید کیسا ہوتا ہے؟ جواب ملا: جیسا بگلا۔ اندھے نے کہا: میں کیا جانوں بگلا کیسا ہوتا ہے؟ جواب دینے والے نے ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر دوسرے ہاتھ کی کہنی ٹکائی اور پنجے سے چونچ بنا کر کہا: بگلا ایسا ہوتا ہے۔ اندھے نے ٹٹول کر دیکھا تو کہنے لگا: یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے!

(مستفاد از اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی پہلو، الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا، ص216)

جب کوئی واقعہ بار بار تجربے اور مشاہدے میں آئے تو ان تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ پیش کرنے اور ان پر بامعنی تبصرہ کرنے کے لیے چند الفاظ یا جملے استعمال کیے جاتے ہیں، جب یہ الفاظ یا جملے عرصۂ دراز تک کسی خاص موقع پر استعمال

کیے جاتے رہیں اور اپنے لفظی معنوں سے گزر کر کچھ اور معنی دیں، تو ان کو ضرب المثل یا کہاوت کہتے ہیں۔ دورانِ گفتگو ان کا استعمال عموماً اپنی بات کو وزنی اور مؤثر بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

محاورہ اس خاص بول چال کا نام ہے جس میں الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال نہ ہوتے ہوں، مثال کے طور پر 'روٹی کھانا' اور 'قسم کھانا' کو لیجیے، پہلے جملے میں 'کھانا' حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے، لیکن دوسرے جملے میں ایسا نہیں ہے، یہ ایک محاورہ ہے۔

(مستفاد از تحریر کیسے سیکھیں؟ ادارۃ الصدیق، ڈابھیل، گجرات، ص 159 اور 195)

محاورے کی تعریف میں تین باتوں پر زور دیا گیا ہے: (1) دو یا اس سے زیادہ لفظ موجود ہوں (2) الفاظ اپنے حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی میں استعمال ہوئے ہوں، جیسا ابھی آپ نے دیکھا 'قسم کھانا' یعنی کسی کام کا پکّا ارادہ کرنا۔ اسی طرح 'آسمان ٹوٹنا' یعنی 'اچانک سخت مصیبت آنا'۔ 'آخری گھڑیاں گننا' یعنی 'موت کا وقت قریب ہونا' وغیرہ (3) محاورے کے الفاظ جوں کے توں استعمال ہوں، مثلاً 'نو دو گیارہ ہونا'، یہاں دس ایک گیارہ یا آٹھ تین گیارہ ہونا نہیں کہا جاسکتا۔

کہاوتیں اور محاورے زبان کا اٹوٹ حصہ ہیں۔ عربی مثل مشہور ہے 'اَلْمَثَلُ فِی الْکَلَامِ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ' یعنی کہاوتوں کی حیثیت کلام میں ایسی ہے، جیسے کھانے میں نمک۔ اس مثل میں نمک سے تشبیہ دینے سے گہرے معانی پیدا ہو گئے ہیں۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ کھانا کتنا ہی عمدہ ہو، اگر اس میں نمک ضرورت سے زیادہ یا کم ہو جائے تو ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ کہاوت کلام میں نمک کی حیثیت رکھتی ہے تو محاورے مسالوں کا کام دیتے ہیں، اس سے زبان میں لذت پیدا ہوتی ہے۔ کہاوتوں اور محاوروں کی اہمیت صرف ادبی لحاظ سے نہیں بلکہ ان میں صدیوں کی سماجی روایات پوشیدہ ہوتی ہیں، اس سے قوم کی ذہنیت اور ثقافت کا بھی پتا چلتا ہے۔ پہلے لوگ اپنی گفتگو میں ان کا بھرپور استعمال کیا کرتے تھے، لیکن اب پڑھے لکھے لوگ بھی ایسا کم کرتے ہیں، جس کی وجہ سے زبان کی فنّی خوب صورتی کم سے کم تر ہوتی جارہی ہے۔

کہاوتوں اور محاوروں کے استعمال سے لمبی لمبی تشریح سے بچ کر کلام میں تاثیر پیدا کی جاسکتی ہے۔ دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں کہاوتوں اور محاوروں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ زبان کی شائستگی کے لیے ضروری ہے کہ مناسب کہاوتوں اور محاوروں کا استعمال گفتگو اور تحریر میں مناسب موقعوں پر کیا جائے۔ محاورے ہلکے پھلکے، معیاری یا بازاری ہر طرح کے ہوتے ہیں، لیکن اُن کا برمحل استعمال بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ کہاوت بھی خالص عوامی چیز ہے، اس کا مدار زندگی اور انسان کے مختلف طبقوں سے ہوتا ہے، اس لیے اس کا حرف بہ حرف سچ ہونا ضروری نہیں، بعض اوقات مشاہدے کی غلطی یا اندھی تقلید سے کہاوت کا جنم ہوتا ہے، لیکن اس کی عمر طویل ہوتی ہے۔

کہاوت اور محاورے میں فرق ہے، لیکن ان میں اکثر خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔

(1) پہلا اہم فرق یہ ہے کہ محاورے میں عموماً مصدر کی علامت 'نا' لگی ہوتی ہے، جیسے پھولے نہ 'سمانا'، پانی پانی 'ہونا'، ہاتھ پاؤں پھول 'جانا'، نو دو گیارہ 'ہونا'، آٹھ آٹھ آنسو 'رونا' وغیرہ۔ محاورے کے الفاظ تو وہی رہتے ہیں، صرف علامتِ مصدر 'نا' مختلف صورتوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثلاً 'آٹھ آٹھ آنسو رونا' یعنی مسلسل رونا۔ اب کوئی کتنا ہی روئے، اسے آٹھ سے دس یا بارہ آنسو رونا نہیں کہیں گے۔ 'ہاتھ دھو کر پیچھے

پڑنا' یعنی سارے کام چھوڑ کر ایک ہی کام کے پیچھے لگ جانا۔ اگر کوئی شخص کسی کے پیچھے بُری طرح پڑ جائے تو کہتے ہیں 'فلاں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گیا' لیکن وہ کتنی ہی شدت سے پیچھے پڑا ہو، یہ نہیں کہیں گے کہ وہ ہاتھ، پیر اور منھ سب دھو کر پیچھے پڑ گیا۔

(2) دوسرا اہم فرق یہ ہے کہ محاورے میں گرامر اور قواعد کی پابندی لازم ہوتی ہے، لیکن کہاوت اس سے آزاد ہوتی ہے۔ مثلاً 'پھولے نہ سمانا'۔ جب کوئی بہت خوش ہوتا ہے اس موقعے پر کہا جاتا ہے، 'وہ پھولا نہیں سمایا'۔ اگر خوش ہونے والی خاتون ہو تو کہا جائے گا 'وہ پھولی نہیں سمائی'۔ یہ واحد کی صورت میں ہے۔ اگر خوش ہونے والے کئی مذکر ہوں تو کہیں گے 'وہ پھولے نہیں سمائے' اور اگر خوش ہونے والی کئی مؤنث ہوں، تو کہیں گے 'وہ پھولی نہیں سمائیں'۔ واحد مذکر اگر ماضی کے صیغے کے ساتھ ہو تو کہیں گے 'وہ پھولا نہیں سمایا تھا' اور مستقبل کے صیغے میں کہیں گے 'وہ پھولا نہیں سمائے گا'۔ اس طرح ایک محاورے کو گرامر اور قواعد کے اعتبار سے تبدیل کر دیا جاتا ہے؟

یہ تبدیلی صیغوں میں ہوتی ہے، محاورے میں نہیں۔ لیکن کہاوت مذکر، مؤنث، واحد، جمع اور ماضی و مستقبل کے لیے ایک ہی طرح استعمال کی جاتی ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً 'نہ نو من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی'، یعنی نہ اسباب مہیا ہوں گے، نہ کام انجام پائے گا۔ اس کہاوت کا استعمال مذکر کے لیے کیا جائے یا مؤنث کے لیے، واحد کے لیے کیا جائے یا جمع کے لیے، ماضی کے لیے کیا جائے یا مستقبل کے لیے، کہاوت اسی طرح استعمال ہوگی۔

امید کہ اب آپ کہاوتوں اور محاوروں اور ان کے مابین فرق کے بارے میں کسی حد تک سمجھ گئے ہوں گے۔

■

Nadeem Ahmed Ansari
Flat No.: 18, Sai Prasad Nagar
Second Floor, A-Wing
Bori Colony, Achole Road
Nallasopara (E) Taluka Vasai
Distt.: Palghar- 401209 (Maharashtra)
Mob.: 9022278319

چمن چمن کے پھول

شاعری میں بڑی طاقت ہے۔ اس سے تحریر و تقریر میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، خطاب میں زور اور تحریر میں قوت پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بہت کارگر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں کو استاد شعرا کے ہزاروں اشعار یاد ہوا کرتے تھے اور وہ موقعے کی مناسبت سے ان اشعار کا استعمال بھی کیا کرتے تھے۔

'چمن چمن کے پھول' میں مختلف رنگ اور شاعروں کے شعر اس لیے دیے جاتے ہیں تاکہ بچے موضوع کی مناسبت سے اچھے اشعار یاد کریں اور اپنی تحریر و تقریر میں اشعار کا موزوں اور برمحل استعمال کر سکیں۔ (ادارہ)

علوی یہ معجزہ ہے دسمبر کی دھوپ کا
سارے مکان شہر کے دھوئے ہوئے سے ہیں

—محمد علوی

سامنے آنکھوں کے پھر یخ بستہ منظر آئے گا
دھوپ جم جائے گی آنگن میں دسمبر آئے گا

—سلطان اختر

سرد ٹھٹھری ہوئی لپٹی ہوئی صرصر کی طرح
زندگی مجھ سے ملی پچھلے دسمبر کی طرح

—منصور آفاق

آپ اپنی آگ میں ہم ہاتھ تاپیں گے ادیب
جب دسمبر ساتھ اپنے برف باری لائے گا

—کرشن ادیب

وہ سرد دھوپ ریت سمندر کہاں گیا
یادوں کے قافلے سے دسمبر کہاں گیا

—سدرہ سحر عمران

مئی اور جون کی گرمی بدن سے جب ٹپکتی ہے
نومبر یاد آتا ہے دسمبر یاد آتا ہے

—آلوک شریواستو

جو ہمیں بھول ہی گیا تھا اسے
یاد آئے ہیں ہم دسمبر میں

—اندر سرازی

اتر جائے گا سورج تیرا نشہ
دسمبر کا مہینہ آگیا ہے

—کلیم نوری فیروز آبادی

تمھیں آنا تھا شاید جنوری میں
دسمبر کا مہینہ آگیا ہے

—انوکرتی تبسم

جنوری تا جون کی محنت مشقت نے جناب
وقت سے پہلے ہی چہرے پر دسمبر لکھ دیا

—رخسار ناظم آبادی

دسمبر کی ٹھٹھرتی رات میں اس پیڑ کے نیچے
لپیٹے یاد کا کمبل اکیلا کون بیٹھا ہے

—سندیپ ٹھاکر

شمالی کھڑکیوں سے جھانکتی ہیں
دسمبر کی یہ برفیلی ہوائیں

—ناصرہ زبیری

سمیہ پروین احمد جمیل، گورنمنٹ اردو گرلز ہائیر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

عائشہ فردوس محمد عادل
گورنمنٹ اردو گرلس ہائر سیکنڈری اسکول حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

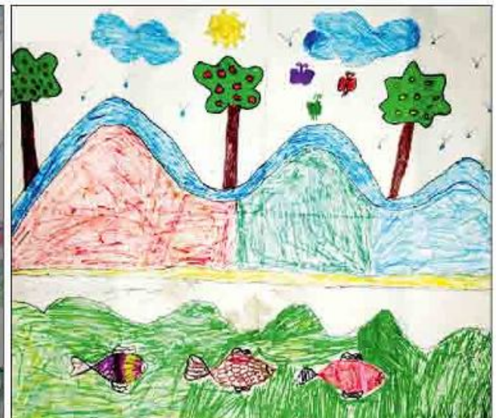

انعام پروین شیخ مستقیم، درجہ پنجم، فاطمہ پرائمری اسکول، پربھنی، مہاراشٹر

شفا بنت محمد نصیر رمضان، درجہ ششم، اسلامیہ گرلز سینئر سیکنڈری اسکول، مالیر کوٹلہ، پنجاب

ذویا اختر وحید خان، درجہ چہارم، اردو پرائمری سیفیہ اسکول، امراؤتی مہاراشٹر

حمیرا انعام عبدالوکیل، درجہ چہارم
اردو پرائمری سیفیہ اسکول، امراؤتی مہاراشٹر

ننھے فنکار

بشریٰ ایمن شیخ لئیق، درجہ چہارم، معین العلوم، پرائمری اسکول، اورنگ آباد، مہاراشٹر

ذکرا فاطمہ ارشاد احمد، درجہ چہارم، اردو پرائمری سیفیہ اسکول، امراوتی مہاراشٹر

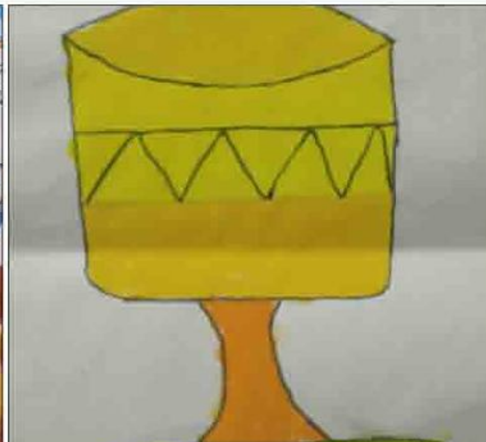

زرنگار بنت عبدالحی، درجہ دوم، جامعہ رحمانیہ، مدن پورہ، وارانسی، یوپی

شفا احمد، درجہ چہارم، کیندرودیالیہ، بامن گاچھی، شیب پور، ہوڑہ (3 پی ایم بستی)، مغربی بنگال

عائزہ یاسین، درجہ دوم، ماس انٹرنیشنل اسکول، دربھنگہ، بہار

عبرہ زینب، درجہ دوم، جامعہ رحمانیہ، مدن پورہ، وارانسی، یوپی

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

- رسالے میں بچوں کے ادیبوں کے تعارف اور تصویر کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے تا کہ بچوں کے ادیبوں کی ڈائرکٹری ترتیب دینے والوں کو مدد مل سکے۔
- معلومات عامہ، صحت، زبان شناسی، تاریخ، تہذیب، سائنس و ٹیکنالوجی، جغرافیہ، آثار قدیمہ اور اہم شخصیات سے متعلق تخلیقات ترجیحی طور پر شائع کی جائیں گی۔
- 'مستقبل کے قلمکار' عنوان کے تحت بچوں کی تحریروں کو خاص طور پر شائع کیا جائے گا۔
- بچوں کے ادیبوں کے انٹرویوز اور رسائل کے مدیران پر ایک سیریز شروع کی جائے گی۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, दिसंबर 2022, वर्ष 10, अंक 12
BACHON KI DUNIYA Monthly, December 2022 Vol. 10, Issue: 12
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2022-24
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/11/2022
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

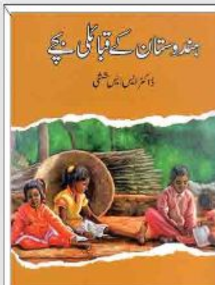

صفحات: 57، قیمت: 20 روپے

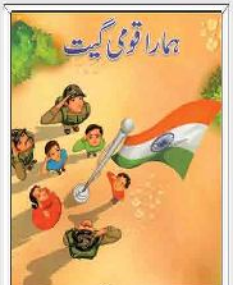

صفحات: 59، قیمت: 20 روپے

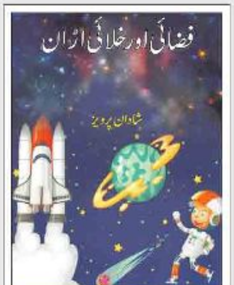

صفحات: 43، قیمت: 10 روپے

صفحات: 20، قیمت: 20 روپے

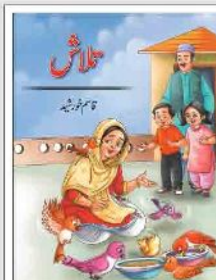

صفحات: 08، قیمت: 15 روپے

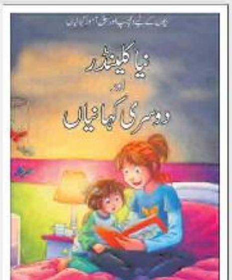

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

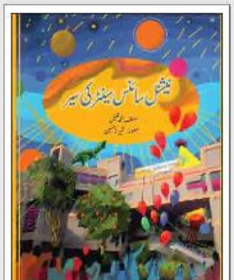

صفحات: 12، قیمت: 15 روپے

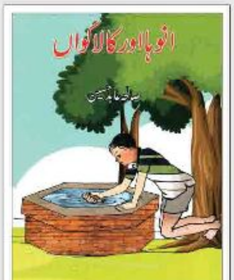

صفحات: 26، قیمت: 15 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:
شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.
LPC DELHI,DELHI PSO,DELHI RMS,DELHI-6